ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۵ جنوری ۱۹۵۷ء



یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

اللہ تعالےٰ کی نیک بندیاں

حضرت میمونہ سوداءؒ کا ذکر

ایک بزرگ ہیں عبدالواحدؒ بن زید اُن کا بیان ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے اللہ سے دُعا کی اے اللہ بہشت میں جو شخص میرا رفیق ہوگا مجھ کو اسے دکھلا دیجئے۔ حکم ہُوا کہ تیری رفیق بہشت میں میمونہ سوداء ہے۔ مَیں نے پوچھا وہ کہاں ہیں۔ جواب ملا وہ کوفہ میں ہے۔ فلاں قبیلے میں۔ مَیں نے وہاں جاکر پُوچھا۔ لوگوں نے کہا کہ وہ دیوانی ہے۔ بکریاں چرایا کرتی ہے۔ مَیں جنگل میں پہنچا تو دیکھا کہ کھڑی ہوئی نماز پڑھ رہی ہیں اور بھیڑیئے اور بکریاں ایک جگہ ملی جلی پھر رہی ہیں۔ جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ اے عبدالواحدؒ اب جاؤ ملنے کا وعدہ بہشت میں ہے۔ مجھ کو تعجب ہُوا کہ میرا نام کیسے معلوم ہوگیا۔ کہنے لگیں تم کو معلوم نہیں۔ جن رُوحوں میں وہاں جان پہچان ہو چکی ہے اُن میں اُلفت ہوتی ہے میں نے کہا کہ میں بھیڑیئے اور بکریاں ایک جگہ دیکھتا ہوں یہ کیا بات ہے۔ کہنے لگیں کہ جاؤ اپنا کام کرو۔ میں نے اپنا معاملہ حق تعالےٰ سے درست کرلیا۔ اللہ تعالےٰ نے میری بکریوں کا معاملہ بھیڑیوں کے ساتھ درست کرا دیا۔

فائدہ۔ ان بی بی کے کشف و کرامت دونوں اس سے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ سب برکت پوری تابعداری بجالانے کی ہے۔ بیبیو خدا کی تابعداری میں مستعد ہو جاؤ۔

حضرت ریحانہ مجنونہؒ کا ذکر

ابوالربیع ایک بزرگ ہیں وہ کہتے ہیں کہ مَیں اور محمد بن المنکدر اور ثابت بنانی کہ یہ دونوں بھی بزرگ ہیں

ایک دفعہ سب کے سب ریحانہؒ کے گھر مہمان ہوئے۔ وہ آدھی رات سے پہلے اُٹھیں اور کہنے لگیں کہ چاہنے والی اپنے پیارے کی طرف جاتی ہے اور دل کا خوشی سے یہ حال ہے کہ نِکلا جاتا ہے۔ جب آدھی رات ہوئی کہنے لگیں ایسی چیز سے جی لگانا نہ چاہیئے جس کے دیکھنے سے خُدا کی یاد میں فرق آئے اور رات کو عبادت میں خوب محنت کرنا چاہیئے۔ تب آدمی خدا کا دوست بنتا ہے۔ جب رات گزر گئی تو چلّائیں۔ ہائے لُٹ گئی۔ مَیں نے کہا کیا ہُوا۔ کہنے لگیں رات جاتی رہی۔ جس میں خُدا سے خوب جی لگایا جاتا ہے۔ **فائدہ**۔ دیکھو رات کی اُن کو کیسی قدر تھی۔ اور جس کو عبادت کا مزا چاہنا ہوگا۔ اُس کو رات کی قدر ہوگی۔ بیبیو تم بھی اپنا تھوڑا حصّہ رات کا اپنی عبادت کے لئے مقرر کر لو۔ اور دیکھو خدا کے سوا کسی سے جی لگانے کی کیسی بُرائی انھوں نے بیان کی۔ تم بھی مال و متاع، پوشاک، زیور، اولاد، جائداد اور برتن، مکان سے بہت جی مت لگاؤ۔

حضرت تحفہؒ کا ذکر

حضرت سری سقطیؒ کا بیان ہے کہ مَیں ایک بار شفا خانہ میں گیا دیکھا کہ ایک جوان لڑکی زنجیروں میں بندھی ہوئی رو رہی ہے اور محبت کی شعر پڑھ رہی ہے۔ مَیں نے وہاں کے داروغہ سے پوچھا۔ کہنے لگا یہ پاگل ہے۔ یہ سُن کر وہ اور روئی اور کہنے لگی مَیں پاگل نہیں ہوں عاشق ہوں مَیں نے پوچھا کس کی عاشق ہے کہنے لگی جس نے ہم کو نعمتیں دیں۔ اور جو ہمارے ہر وقت پاس ہے۔ یعنی اللہ تعالےٰ۔ اتنے میں اس کا مالک آگیا۔ داروغہ سے پُوچھا تحفہ کہاں ہے۔ اس نے کہا اندر ہے۔ اور حضرت سریؒ اس کے پاس ہیں۔ اُس نے میری تعظیم کی۔ مَیں نے کہا مجھ[1] سے زیادہ یہ لڑکی تعظیم کے لائق ہے۔ اور تُو نے اس کا یہ حال کیوں کیا ہے۔ کہنے لگا کہ میری ساری دولت اس میں لگ گئی بیس ہزار روپے کی میری خرید ہے مجھ کو امید تھی کہ خوب نفع سے بیچوں گا مگر یہ نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے۔ رات دن رویا کرتی ہے۔ مَیں نے کہا میرے ہاتھ اس کو بیچ ڈال۔ کہنے لگا۔ آپ فقیر آدمی ہیں اتنا روپیہ کہاں سے دیں گے۔ مَیں نے گھر جاکر اللہ تعالےٰ سے خوب گڑگڑا کر دُعا کی۔ ایک شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا جاکر کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص بہت سے توڑے روپوں کے لئے کھڑا ہے۔ مَیں نے کہا کہ تو کون ہے کہنے لگا مَیں احمد بن المثنیٰ ہوں مجھ کو خواب میں حکم ہُوا کہ آپ کے پاس روپیہ لاؤں۔ مَیں خوش ہُوا اور صبح کو شفا خانہ پہنچا۔ اتنے میں مالک بھی روتا ہُوا آیا۔ مَیں نے کہا رنج مت کر۔ مَیں روپیہ لایا ہوں دُوگنے نفع تک اگر مانگے گا دوں گا۔ کہنے لگا اگر ساری دُنیا بھی ملے نہ بیچوں گا۔ مَیں اس کو اللہ کے واسطے آزاد کرتا ہوں۔ مَیں نے کہا یہ کیا بات ہے۔ کہنے لگا خواب میں مجھ پر خفگی ہوئی ہے اور تم گواہ رہو۔ مَیں نے سب مال اللہ کی راہ میں چھوڑا۔ مَیں نے جو دیکھا تو احمد بن المثنیٰ بھی رو رہا ہے۔ مَیں نے کہا تجھے کیا ہُوا۔ کہنے لگا۔ مَیں بھی سب مال اللہ کی راہ میں خیرات کرتا ہوں۔ میں نے کہا۔ سبحان اللہ بی بی تحفہؒ کی برکت ہے کہ اتنے آدمیوں کو ہدایت ہوئی۔ تحفہؒ وہاں سے اُٹھیں اور روتی ہوئی چلیں ہم بھی ساتھ چلے۔ تھوڑی دُور جاکر خُدا جانے وہ تو کہاں چلی گئیں اور ہم سب مکّہ کو چلے۔ احمد بن المثنیٰ کا تو راہ میں انتقال ہوگیا اور مَیں اور وہ مالک مکّے پہنچے۔ ہم طواف کر رہے تھے کہ ایک درد ناک آواز سُنی۔ پاس جاکر پوچھا کون ہے۔ کہنے لگیں۔ سبحان اللہ بھول گئے مَیں تحفہؒ ہوں۔ مَیں نے کہا کہو کیا کیا ملا۔ کہنے لگیں اپنے ساتھ میرا جی لگا دیا۔ اوروں سے اُٹھا دیا۔ مَیں نے کہا احمد بن المثنیٰ کا انتقال ہوگیا کہنے لگیں اس کو بڑے بڑے درجے ملے ہیں۔ میں نے کہا تمہارا مالک بھی آیا ہے۔ انھوں نے کچھ چپکے سے کہا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ مُردہ ہیں۔ مالک نے جو یہ حال دیکھا تو مُردہ ہیں نے دونوں کو کفن دیکر دفن کر دیا۔ **فائدہ**۔ سبحان اللہ کیسی اللہ کی عاشق تھیں بیبیو حرص کرو۔

[1] دیکھو ان بزرگ نے اپنے آپ کو حقیر سمجھا اور اس لڑکی کو بزرگ کہا۔ ایسا ہی تم بھی کیا کرو۔ اپنے کو ہمیشہ ذلیل سمجھو۔

حضرت جویرہؒ کا ذکر

یہ ایک بادشاہ کی لونڈی تھیں۔ اس بادشاہ نے آزاد کر دیا تھا۔ اس کے بعد ابو عبداللہ ترابی ایک بزرگ ہیں۔ اُن کی عبادت دیکھ کر اُن سے نکاح کرلیا تھا اور عبادت کیا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ خواب میں بڑے اچھے اچھے خیمے لگے ہُوئے دیکھے۔ پوچھا یہ کس کے لئے ہیں۔ معلوم ہُوا جو لوگ تہجد میں قرآن پڑھتے ہیں اس کے بعد رات کا سونا چھوڑ دیا اور خاوند کو جگاکر کہتیں کہ قافلے چل دیئے۔

فائدہ۔ بیبیو خود بھی عبادت کرو۔ اور خاوند کو بھی سمجھایا کرو۔

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

جلد ۲ | یوم جمعہ ۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۶ھ ۲۵ جنوری ۱۹۵۷ء | شمارہ ۳۷

سپردم بتو مایۂ خویش را.....

اس ہفتہ پاکستان کی جانب سے کشمیر کا قضیہ دوبارہ سلامتی کونسل میں پیش کر دیا گیا۔ قارئین کرام کی نظر سے وزیر خارجہ پاکستان کی طویل و عریض افتتاحیہ تقریر گزری ہوگی۔ جہاں تک حقائق اور واقعات کا تعلق ہے۔ اقوام عالم اس دو سالہ کہنہ قضیہ سے پوری طرح واقف ہیں۔ اگر انہوں نے مصلحت سے یا کسی تغافل سے اب تک اس مسئلہ پر رائے زنی نہیں کی تو اب وقت آ گیا ہے کہ انہیں جھوٹے اور سچے غاصب اور حقدار کی نشان دہی کرنی پڑے گی۔ اگرچہ اس وقت تک بھارتی جواب سلامتی کونسل میں پیش نہیں ہوا لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُن پر اوس سی پڑ گئی ہے۔ جس حربہ پر بھارتی پالیسی کا انحصار ہے وہ سیکورٹی کونسل کے مستقل رکن روس کا "حق تردید" (Veto) کا اختیار ہے۔ ان کا خیال ہے کہ سلامتی کونسل میں روس اُن کے آڑے آ کر اس مسئلہ پر بحث ہی ہونے نہیں دے گا۔ لیکن سیاسی مبصرین کی باوثوق آرا یہی ظاہر کرتی ہیں کہ روس اس چھچھورے ہتھیار کو استعمال کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ روس عالمی سیاست میں اس قدر جانبداری اختیار کر کے اپنی پوزیشن گرانا نہیں چاہتا اور دوسرے روس خود جانتا ہے اگر اس نے بھارت کی دلجوئی کی خاطر اس مسئلہ کو ویٹو کر بھی دیا تو پاکستان کے لئے اقوام متحدہ کا دروازہ کھلا ہے۔ اس ضمن میں مصر کی مثال سامنے ہے کہ اگر سیکورٹی کونسل میں دوسرے مستقل اراکین (فرانس و برطانیہ) نے مصر پر حملہ کے بعد اس مسئلہ پر حق تردید استعمال کر بھی دیا تھا تو ان دونوں کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں مُنہ کی کھانی پڑی اور بالآخر انہیں اقوام عالم کے سامنے جھکنا پڑا۔

سلامتی کونسل میں پاکستان کے موقف کی تائید میں مقبوضہ کشمیر اور نیشنل کانفرنس کے سابق سربراہ شیخ عبداللہ کا خط پہنچ چکا ہے جو انہوں نے اسیری کی حالت میں لکھا ہے۔ موصوف چند سال پیشتر تک بھارتی رہنماؤں سے شیر و شکر تھے اور پاکستان کے مقابلہ میں دنیا کے سامنے انہی کو بطور "مسلمان" اور بحیثیت "کشمیری نمائندہ" پیش کیا جاتا تھا۔ ہندوستان کسی طرح بھی ان کے بیانات کو جھٹلا نہیں سکتا۔ ہمارا تو خیال ہے کہ سلامتی کونسل بھارت کو حکم دے کہ وہ شیخ صاحب کو رہا کر دے۔ تاکہ وہ بنفس نفیس پہنچ کر اپنا نکتہ نظر پیش کریں۔

پاکستان کونسل کو کہہ چکا ہے کہ وہ ۲۶ جنوری سے پہلے کارروائی کرے۔ کیونکہ اس تاریخ تک بھارت کشمیر کا الحاق کسی صوبہ سے کر دے گا۔ کونسل کو چاہیئے کہ فی الفور بھارت کے نام اس ضمن میں "حکم امتناعی" جاری کرے۔ بہر حال اگر وہ تاریخ مقررہ تک ایسا نہ بھی کر سکی تو جیسا کہ ایک رکن نے کہا ہے کہ بھارت کی کارروائی جو کونسل کی سابقہ قراردادوں سے متصادم ہوگی کالعدم تصور سمجھی جائے گی۔ "کشمیر کیس" پاکستان کے دوستوں کے لئے "ٹسٹ کیس" ہے۔ جن دوستوں کی بدولت پاکستان اپنوں بیگانوں میں بدنام ہے۔ ان کی دوستی کی آزمائش ہے میثاق بغداد کے شرکا۔ سیٹو کے اراکین اور سب سے بڑھ کر عرب ممالک بارہا قبل ازیں اقرار کر چکے ہیں کہ وقت آنے پر وہ اپنا فرض وفاداری ادا کریں گے۔ آج وقت ہے اور پاکستان اُن سے امید رکھتا ہے کہ وہ اسے مایوس نہیں کریں گے۔

اپنے موقف کی وضاحت میں پاکستان بہت کچھ کہہ چکا ہے۔ پاکستان نے کہہ دیا ہے کہ بھارتی وزیر اعظم تو پاکستان سے جنگ نہ کرنے کے معاہدے (NO WAR DECLARATION) کا مطالبہ کرتا ہے کاش کہ بھارتی وزیر اعظم کشمیر میں استصواب رائے کو مان لیں۔ پاکستان وہ معاہدہ کیا۔ ایسا معاہدہ کرے گا۔ جس کے الفاظ ہوں گے۔ کہ "اگر کسی نے بھارت پر حملہ کیا تو پاکستان اس کو خود پر حملہ سمجھے گا۔"

اقوام عالم۔ اس معاملہ کے ساتھ ساتھ آپ کے سامنے بھارت کی نام نہاد صلح جوئی مشہور عالم جمہوریت پرستی اور بدنام روزگار سیاسی پالیسی سب موجود ہیں۔ آیئے اور فیصلہ دیجئے! آپ کو بتانے کی ضرورت نہیں کہ کشمیر ایک آتشگیر مادہ ہے۔ جسے صرف ایک چنگاری کی ضرورت ہے۔ کشمیر برصغیر کے کروڑوں مسلمانوں کے صبر کا امتحان ہے۔ کشمیر! آپ کو یاد رہے کشمیریوں کا مسکن ہے۔ صرف بھارتی وزیر اعظم کا نہیں۔ اور نہ بھارتی فوجیوں کا۔ کشمیریوں کو فیصلہ کرنے کا اختیار دیجئے۔ دنیا کی نظریں آپ پر لگی ہوئی ہیں!!

باری تعالیٰ سے دعا ہے کہ پاکستان کو کشمیر کے معاملے میں سرخرو کرے۔ دشمن کے ناپاک ارادے مسلمانوں کی سرزمین پر کامیاب نہ ہوں۔ کشمیر کشمیریوں کو مل جائے۔ آمین!

سپردم بتو مایہ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را

خوب گفتی

ماضی کی تاریخ شاہد ہے کہ مغربی استعمار پرست بعض وقعہ زور تفنگ سے قوموں کو محکوم بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور بعض اوقات تجارت کے چور دروازہ سے وہ دیگر ممالک کی سیاست میں داخل ہوتے ہیں۔ ایسٹ انڈیا کمپنی ایک تجارتی ادارہ ہی تو تھی۔ جس نے برصغیر پر انگریز کی وہ صد سالہ حکومت کی داغ بیل ڈال دی۔ مشرق وسطیٰ میں تیل کی کمپنیاں ہی تو ہیں جو عربوں کی حکومتوں کی نگران بنی ہوئی ہیں اور مصر میں حالیہ فساد ایک کمپنی کو سویز سے بے دخل کرنے کے ہی باعث تو ہوا۔ اگرچہ مغرب کی شاطرانہ چالیں سب پر عیاں ہیں۔ لیکن پھر بھی صیاد نے دام و دانہ کو ابھی تک تیاگ نہیں دیا۔ مصر سے ایک اطلاع مظہر ہے کہ ایک غیر ملکی کمپنی نے مصر کو گرانبہا معاوضے کے عوض نہر سویز کو "کرایہ" پر لینے کی پیشکش کی تھی لیکن صدر مصر نے کیا خوب الفاظ میں اس پیشکش کو ٹھکرا دیا کہ مصر کی آزادی "کرایہ پر قابل فروخت نہیں ہے۔" جن بیدار مغزوں کو وطن عزیز کی آزادی کا پاس ہوتا ہے وہ بڑے بڑے عیاروں کے دماغ درست کر دیتے ہیں +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۶ جمادی الثانی ۱۳۷۶ھ ۱۸ جنوری ۱۹۵۷ء

بارگاہِ الٰہی سے فطرۃِ انسانی کے دو مطالبے

(۱) میری راہ نمائی کے لئے پیغمبر بھیج۔
(۲) تیری رضا حاصل کرنے کے لئے احکام نازل فرما۔

نباتات کا مطالبہ

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے نباتات کو پیدا کیا۔ اور چلنے پھرنے کی توفیق نہیں دی۔ وہ ایک ہی جگہ گڑے رہتے ہیں۔ ان کی خوراک تین چیزیں ہیں۔ مٹی۔ ہوا۔ پانی۔ اللہ تعالیٰ ان کی غذا انہیں وہیں پہنچا دیتا ہے۔ مٹی تو ان کی جڑوں کے پاس ہی ہوتی ہے۔ ہوا بھی ہر جگہ موجود ہے۔ انہیں پانی پہنچانے کا اللہ تعالےٰ نے یہ طریقہ تجویز کیا ہوا ہے۔ کہ اپنی جڑوں کے ذریعہ سے پانی زمین سے جذب کر لیتے ہیں۔ اور اگر جڑوں کے ذریعہ سے بقدر ضرورت پانی مہیا نہ ہو تو بادلوں کو اُن کے سر پر لا کر مینہ برساتا ہے۔ اور ان کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔ اس تربیت کے ذریعہ سے وہ پایہ تکمیل تک پہنچ جاتے ہیں۔ پایہ تکمیل تک پہنچنے کے بعد جس کام کے لئے اللہ تعالےٰ نے انہیں پیدا کیا ہے انسان انہیں اس کام میں لگا لیتا ہے کوئی اس کی غذا ہے۔ کوئی اس کی دوا ہے۔ کوئی جلانے کے لئے ہے۔ کوئی مکان کی تعمیر کے لئے ہے۔

حیوانات کا مطالبہ

حیوانات کی جو جنسیں اللہ تعالےٰ نے پیدا کی ہیں۔ وہ زبانِ حال سے اللہ تعالےٰ سے درخواست کرتی ہیں۔ کہ اے اللہ ہماری ضروریات پورا کرنے کے لئے ہمارے لئے سامان بہم پہنچا۔ مثلاً گھاس کھانے والے جانور زبانِ حال سے اپنے رب سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اے اللہ جب ہمارے پیٹ میں بھوک رکھی ہے تو ہمارے لئے گھاس پیدا کر دے۔ اور پیاس رکھی ہے تو ہمارے پینے کے لئے پانی پیدا کر۔ اور اے اللہ۔ چونکہ ہمارے دشمن بھی دُنیا میں ہونگے۔ اس لئے ان سے مقابلہ کرنے کے لئے کوئی ہتھیار بھی عطا فرما۔ اس مطالبہ کے پورا کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے بھیڑ۔ بکری۔ گائے۔ بھینس کو سینگ دیدیئے۔ کہ تمہیں جب کوئی ستائے۔ تو ان ہتھیاروں سے اس کا مقابلہ کرو۔ اور گدھے اور گھوڑے کو سینگ نہیں دیئے۔ انہیں اللہ تعالےٰ نے دولتیاں چلانے کی تلقین فرما دی۔ گھوڑا تو ایسا دولتا مارتا ہے کہ بعض اوقات آدمی فوراً مر جاتا ہے۔ اور گوشت کھانے والے حیوانات نے زبانِ حال سے اللہ تعالےٰ سے درخواست کی۔ کہ اے اللہ جب ہماری غذا فقط گوشت تجویز فرمائی ہے۔ تو ہماری خوراک کا کوئی انتظام فرما۔ ان کی درخواست کو قبول فرما کر اللہ تعالےٰ نے ان درندوں کے ساتھ ایسے حیوانات پیدا کر دیئے ہیں جنہیں یہ شکار کر کے کھاتے ہیں۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ جہاں درندے رہتے ہیں انہیں جنگلوں میں ایسے جانور ضرور پائے جاتے ہیں جنہیں وہ شکار کر کے کھاتے ہیں۔ حیوانات کی بعض قسمیں ایسی ہیں جو پانی ہی میں رہتی ہیں۔ مثلاً مچھلیاں ان کے لئے رب العالمین نے جوہڑ۔ بڑے بڑے تالاب۔ بڑی بڑی جھیلیں اور دریا پیدا کر دیئے ہیں جو بڑی خوشی سے وہاں زندگی بسر کر رہی ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی ایک بہت بڑی مخلوق پرندے بھی ہیں۔ انہوں نے علاوہ دوسری ضروریات کے اپنی بود و باش کے لئے درختوں کا مطالبہ کیا۔ تاکہ درختوں پر اپنے گھونسلے بنا کر آرام سے زندگی بسر کریں۔ تو اللہ تعالےٰ نے ان کے لئے بے شمار درخت پیدا کر دیئے۔ تاکہ ان پر آرام سے زندگی بسر کر سکیں۔ اللہ تعالےٰ کی ایک مخلوق سانپ بھی ہیں۔ انہوں نے زبانِ حال سے اللہ تعالےٰ سے درخواست کی کہ اے اللہ ہماری خوراک تو چوہے ہیں اس لئے ہمارے لئے چوہے پیدا کر دیجئے۔ تاکہ ہم انہیں کھا کر آرام سے زندگی بسر کریں۔ واقعہ یہ ہے کہ چونکہ اکثر سانپ جنگلوں میں رہتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے ان کی خوراک کے لئے جنگلوں میں بے شمار چوہے پیدا کر دیئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے سانپ کو پنجے نہیں دیئے۔ جن سے زمین میں بل کھودے۔ سانپ نے زبانِ حال سے اللہ تعالےٰ سے درخواست کی۔ کہ بل کے سوا میں رہ نہیں سکتا۔ اور بل کھودنے کے لئے مجھے آپ نے پنجے نہیں دیئے۔ ان کے بلوں کا انتظام یہ ہوا۔ کہ چوہے تو اپنے پنجوں سے بل کھودیں گے۔ تم چوہوں کو کھا لینا۔ اور ان کے خالی شدہ بلوں میں خود رہنا۔ علیٰ ہذا القیاس اللہ تعالےٰ کی مخلوقات کی بیشمار قسمیں ہیں۔ ہر مخلوق نے اپنے خالق سے بزبانِ حال اپنی ضروریات کے پورا کرنے کے لئے استدعا کی۔ اور خالق الخلق مالک الملک عزّ اسمہٗ وجل مجدہٗ نے اس کے مطالبہ کے پورا کرنے کے لئے انتظام فرما دیا۔ حالانکہ کسی مخلوق کا اس پر کوئی حق نہیں تھا۔ مگر اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ہر مخلوق کی ہر ضرورت کے پورا کرنے کے لئے سامان مہیا فرما دیا

انسان کا مطالبہ

انسان دو چیزوں کا مرکب ہے

حیوانیت - روحانیت

حیوانیت کا مطالبہ

انسان کے ترکیبی اجزاء کو میں نے حیوانیت اور روحانیت سے تعبیر کیا ہے۔ حکیم الامۃ فلسفہ شریعت کے ماہر ترین فلاسفر امام المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ ان دونوں چیزوں کو بہیمیۃ اور ملکیۃ کے نام سے ذکر فرماتے ہیں۔ لہٰذا آئندہ تحریر میں انسان کے دونوں اجزاء کو ان ناموں سے ذکر کیا جائے گا۔ باقی حیوانات کی طرح انسان کی بہیمیۃ بھی زبانِ حال سے اپنے خالق سے اپنی تمام ضروریات کا مطالبہ کرتی ہے۔ کہ اے اللہ تو نے میرے اندر بھوک پیدا کی ہے تو میرے لئے کھانے کا انتظام فرما۔ اے اللہ تو نے میرے اندر پیاس پیدا کی ہے تو میرے پینے کے لئے پانی مہیا فرما۔ اے اللہ۔ تو نے میرے اندر بیماریوں کا مادہ رکھا ہے تو ان کا علاج کرنے

کے لئے ہر مرض کے علاج کرنے کے لئے ان کے مناسب دوائی پیدا فرما۔ جس طرح میری بیماریاں سینکڑوں ہیں۔ اسی طرح دوائیں بھی سینکڑوں پیدا کر دے۔ اے اللہ۔ تو نے میرا بدن ایسا بنایا ہے۔ نہ سردی برداشت کر سکتا ہے۔ نہ گرمی۔ اس لئے مجھے سردی اور گرمی سے بچنے کے لئے اسی قسم کے لباس عطا فرما۔ اے اللہ۔ میرے پاؤں کے تلوے چونکہ گوشت کے ہیں۔ بھیڑ۔ بکری۔ گائے۔ بھینس کی طرح کھر نہیں ہیں اس لئے مجھے کانٹے چبھتے ہیں۔ اس لئے میرے پاؤں میں پہننے کے لئے جوتا عطا فرما۔ جوتے کے لئے چمڑا عطا فرما۔ چمڑا حاصل کرنے کے لئے حیوان کو ذبح کرنے کی اجازت عطا فرما۔ حیوان کو ذبح کرنے کے لئے چھری عطا فرما۔ چھری بنانے کے لئے لوہا عطا فرما۔ لوہے کو پہاڑ سے نکالنے کے لئے کان کنی کے اوزار عطا فرما۔ اوزار مہیا ہو جانے کے بعد کارکن مزدور مہیا فرما۔ جب کان سے لوہا نکل آئے تو پھر لوہار بہم پہنچا۔ جو اس لوہے سے چھری بنائے۔ لوہے کو گرم کرکے چھری بنانے کے لئے کوئلے عطا فرما۔ کوئلے بہم پہنچانے کے لئے درخت کو کاٹنے کے لئے کلہاڑا عطا فرما۔ کلہاڑا بنانے کے لئے پھر دوبارہ لوہار کی ضرورت ہے۔ وہ ضرور بہم پہنچا۔ کلہاڑے میں لکڑی کا دستہ ڈالنے کے لئے بڑھئی بہم پہنچا۔ اچھا۔ اے اللہ چھری تو تیار ہو گئی ہے۔ اب قصاب مہیا فرما۔ جو حیوان کو ذبح کرکے اس کی کھال اتار دے۔ اے اللہ حیوان کی کھال تو اتر گئی ہے۔ اے اللہ اس کھال کو رنگنے کے لئے کوئی کاریگر مہیا فرما۔ اے اللہ۔ اس کھال رنگنے کے لئے کیکر کی چھال چاہئے۔ کوئی مزدور بہم پہنچا۔ جو کیکر کی چھال اتار کر لا دے۔ اے اللہ کھال بھی آگئی اور چھال بھی آگئی۔ اب کوئی کمہار چاہئے جو ایک بڑا چوڑا کنال بنا دے۔ جس میں کھال اور چھال ڈال کر اسے لٹکایا جائے۔ تاکہ کھال سے جوہائی کرے۔ اسے دوبارہ کنال سے اٹھا کر کھال میں ڈالا جائے۔ اے اللہ کھال تو رنگی گئی ہے۔ اب کوئی موچی بہم پہنچا۔ جو اس کھال سے میرے پاؤں کے برابر جوتا بنا دے۔ اے اللہ جوتا سینے کے لئے آر اور رنبی کی ضرورت ہے۔ وہ تو خیر لوہار سے بنوا لینگے۔ مگر سینے کے لئے تاگا چاہئے۔ تاگے کے لئے سوت چاہئے۔ سوت حاصل کرنے کے لئے روئی چاہئے۔ روئی کے لئے کپاس چاہئے۔ کپاس حاصل کرنے کے لئے زمیندار کو زمین کی کاشت کرنی چاہئے۔ کاشت کو پانی دینے کے لئے بیل چاہئیں۔ چارہ کے لئے کھیت چاہئے۔ کھیت کو پانی دینے کے لئے کنواں کھودنا چاہئے۔ کنواں کھودنے کے لئے مزدور چاہئیں۔ کنواں کھدنے کے بعد اس گڑھے کو پختہ کرنے کے لئے پکی اینٹیں چاہئیں۔ پکی اینٹوں کے لئے بھٹہ چاہئے۔ بھٹہ کے لئے لکڑی یا کوئلہ چاہئے۔ پھر بھٹہ پکانے کے لئے ایک قابل کاریگر چاہئے۔

۳۲ مطالبات

انسان نے اپنے پاؤں میں جوتا پہننے کے لئے زبان حال سے اللہ تعالے سے ۳۲ مطالبات کئے ہیں۔ علی ہذالقیاس انسان کے وہ مطالبات جو اپنی ضرورتوں کے پورا کرنے کے لئے اللہ تعالے سے زبان حال سے کرتا ہے۔ اگر شمار کئے جائیں تو سینکڑوں تک پہنچ جائیں گے۔

حکیم مطلق کی دانشمندی کا کمال

حکیم مطلق (اللہ جل شانہ) کی دانشمندی کا کمال ماننا پڑتا ہے۔ کہ ایک طرف تو انسان کو زمین میں اپنی خلافت (قائم مقامی) کا عہدہ عطا فرمایا۔ کیونکہ اس جہان کا پیدا کرنے والا اللہ تعالے ہے۔ اور ان پیدا شدہ اشیاء میں تصرف کرنے کے لئے انسان کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ اور پھر اسے عاجز بھی اتنا بنایا۔ کہ اس جیسا کوئی عاجز بھی نہیں ہے۔ مثلاً جوتے کے سلسلہ میں یہ ۳۲ چیزوں کا محتاج ہے۔ حتیٰ کہ سوئی تک کا محتاج ہے۔ اگر سوئی نہ ہو۔ تو انسان اپنی ستر عورۃ کے لئے کپڑا کس چیز سے سئے۔

نکتہ بعد الوقوع

انسان کو اس درجہ عاجز بنانے میں بھی انسان کے لئے رحمت اور شفقت ہے۔ اگر یہ اتنا عاجز نہ ہوتا۔ تو شاید یہ اپنی خدائی کا دعویدار بن بیٹھتا۔ کہ سب کچھ میں ہی میں ہوں۔ چنانچہ اب بھی بعض ممسوخ الفطرۃ خدائی کا دعویٰ کر بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ نمرود بابلی نے اپنی خدائی کا دعویٰ کیا ہی تھا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے شکست دی تھی۔

(اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَاۤجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ قَالَ اَنَا اُحْىٖ وَاُمِيْتُ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ) ○ سورہ البقرہ رکوع ۳۵ پارہ ۳

ترجمہ۔ کیا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیم علیہ السلام سے اس کے رب کی بابت جھگڑا کیا اس لئے کہ اللہ نے اس کو سلطنت دی تھی۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ اس نے کہا میں بھی زندہ کرتا ہوں۔ اور مارتا ہوں۔ کہا۔ بیشک اللہ سورج مشرق سے لاتا ہے تو اسے مغرب سے لے آ۔ تب وہ کافر حیران رہ گیا۔ اور اللہ بے انصافوں کو سیدھی راہ نہیں دکھاتا۔

حاصل

یہ ہے کہ ایک انسان عاجز اور بے بس کو جب اللہ تعالے نے بادشاہی کے تخت پر بٹھایا۔ تو سلطنت کے غرور میں آکر اس نے حقیقی خدا کو بھلا کر اپنی خدائی کا دعویٰ کر دیا۔

فرعون کا خدائی دعویٰ کرنا

علا (فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى) سورہ النزعات رکوع ۱ پارہ ۳۰ ترجمہ۔ (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کے بعد فرعون نے کہا کہ میں تمہارا سب سے برتر رب ہوں۔

۲ (وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِىْ) الآیہ سورہ القصص رکوع ۴ پارہ ۲۰

ترجمہ۔ اور فرعون نے کہا۔ اے سردارو میں نہیں جانتا کہ میرے سوا تمہارا اور کوئی معبود ہے۔

حیوان اور انسان میں ایک فرق

حیوان کے ہر فرد کو اللہ تعالیٰ اس کی ضروریات کے پورا کرنے کا طریقہ اس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ ان حیوانات کے لئے بظاہر کوئی تعلیم گاہ نہیں ہے۔ مگر کیا مجال ہے۔ کہ اس نوع کا کوئی فرد بھی اپنے نوع کے تقاضا کی خلاف ورزی کرے۔

مثلاً ایک مرغی کا بچہ انڈے سے نکلتا ہے اگر وہ مادہ ہے تو جوان ہونے کے بعد انڈے دیتی ہے انڈے دے چکنے کے بعد اس کا طبعی تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اپنے پیٹ کے نیچے کوئی چیز لے کر دبا کر بیٹھے۔ جب اس کی یہ حالت ہوتی ہے تو عورتیں اس کے پیٹ کے نیچے بجائے ۱۵ انڈوں کے ۲۰ انڈے رکھ دیتی ہیں۔ حالانکہ دراصل اس کے پیٹ کے نیچے ۱۵ انڈے ہی آسکتے تھے۔ اب وہ بیچاری کیا کرتی ہے۔ کہ چند منٹ کے بعد جو ۵ انڈے اس کے پیٹ کے نیچے نہیں آئے۔ انہیں چونچ سے گھسیٹ کر پیٹ کے نیچے لاتی ہے۔ یہ انڈے تو لائی۔ ان کے مقابلے میں دوسرے

پانچ انڈے اس کے پیٹ کے نیچے سے نکل گئے - پہلے پانچ انڈوں کو گرمی پہنچائی - اب دوسرے پانچ کو چونچ سے گھسیٹ کر پیٹ کے نیچے لائی - تاکہ وہ ٹھنڈے نہ ہو جائیں اگر ٹھنڈے ہو گئے - تو ان سے بچے نہیں نکلینگے - اب خیال فرمائیے - یہ سبق کسی سکول سے پڑھ کر آئی ہے کہ سب انڈوں کو یکساں گرمی پہنچا - اور جو پیٹ کے نیچے سے نکل رہا ہو، انہیں گھسیٹ کر پھر پیٹ کے نیچے لا - اسی کو الہام جبلی کہا جاتا ہے - فطرتی تعلیم کا ایک اور کمال ملاحظہ فرمائیے - کہ مرغی انڈوں پر پوری اکیس راتیں اور ایک دن بیٹھتی ہے - اکیسویں رات اور اکیسویں دن جتنے بچے نکل آئیں - تو بہتر - ورنہ پیدا شدہ بچوں کو لے کر پھر اس خلوت خانہ سے باہر آ جاتی ہے - کیا اکیس راتوں کے چلہ کشی کی تعلیم کسی سکول سے پاکر آئی ہے - ہرگز نہیں - بلکہ یہی فطرتی تعلیم ہے - جو اللہ تعالےٰ نے مرغی کے ہر مادہ بچہ کو دل میں ڈال دی ہے -

۲ - مرغی چونکہ پالتو جانور ہے - اس لئے چوبیس گھنٹہ میں ایک مرتبہ انڈوں سے اُٹھ کر باہر آتی ہے - اور چند دانے چگ کر پانی کے چند گھونٹ پی کر فوراً انڈوں پر جا بیٹھتی ہے تاکہ ٹھنڈے نہ ہو جائیں - فاختہ چونکہ پالتو جانور نہیں ہے - اس لئے خدا جانے اسے دانہ کہاں اور کتنی دُور ملے - اور پانی خدا جانے کتنی دُور ملے - اور خطرہ ہے کہ انڈے ٹھنڈے ہو گئے تو بچے نہیں نکلیں گے - اللہ تعالےٰ کی قدرت کا کمال یہ ہے کہ فاختہ کے نر کو اللہ تعالےٰ نے یہ چیز دل میں ڈال دی ہے کہ جب تیری مادہ انڈوں سے اُٹھ کر دانہ چگنے کے لئے جائے - تو تم انڈوں پر آکر بیٹھ جایا کرو - اور فاختہ کے ہر فرد کو جو نر ہے - اس کے دل میں یہ خیال ڈال دیا ہے - اسی کو الہام جبلی کہا جاتا ہے -

انسان کے بچے کو فقط چند روز الہام جبلی سے چلایا جاتا ہے

انسان کے بچے کو فقط چند روز الہام جبلی سے راہنمائی کی جاتی ہے - اس کے بعد پھر آخر العمر تک اس کی تعلیم و تربیت کا طریقہ اور ہے - جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے مثلاً جس وقت بچہ ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے - اسے نہلا دُھلا کر ماں کی چھاتی سے لگایا جاتا ہے - تو فوراً ماں کے پستان سے دودھ چوسنا شروع کر دیتا ہے - اللہ تعالےٰ ہی اپنی قدرت کاملہ سے اس کے دل میں القاء کرتا ہے - کہ تیری غذا ماں کے پستان میں ہے - اسے چوس کر اپنی غذا باہر نکال لے - اس کے بعد جب تک مُنہ سے بول نہیں سکتا - تو اسے اللہ تعالےٰ الہام جبلی سے القا کر دیتا ہے - کہ تو رویا کر - تیری ماں سمجھ جائے گی کہ تو کیا مانگتا ہے - مثلاً جب بچے کو بھوک لگتی ہے - تو رونا شروع کر دیتا ہے - ماں مُنہ میں پستان ڈال دیتی ہے تو فوراً چُپ کر جاتا ہے - اور پستان چوسنا شروع کر دیتا ہے - یا مثلاً دودھ پی کر کچھ دیر کھیلتا رہتا ہے - پھر اس کے بعد رونا شروع کر دیتا ہے - ماں سمجھتی ہے - کہ اب یہ بچہ تھک گیا ہے - اور سونا چاہتا ہے - لٹا کر تھپکتی ہے تو چُپ کر کے سو جاتا ہے - اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہی الہام جبلی ہے - جب ذرا بڑا ہو گیا - بولنے چالنے لگا - اور ماں کی زبان کو سمجھنے لگا - اب ظاہری تعلیم شروع ہو جاتی ہے - مثلاً بچے کو کہتی ہے - دائیں ہاتھ سے کھاؤ - کھُڈی پر جاکر پاخانہ کرو - دیا سلائی کی تیلیوں کو جلا کر مت کھیلو - کہیں تمہارے کپڑوں کو آگ نہ لگ جائے - سخت سردی ہے سر پر ٹوپی پہن لو - سخت گرمی ہے پاؤں میں جوتا پہن لو - وغیرہ کیا کبھی کسی حیوان نے بھی بچے کو یہ باتیں سکھائی تھیں - اس سے صاف ظاہر ہے کہ حیوانات کی ضروریات کی تعلیم ان کے دل میں القا کر دی جاتی ہے - اور انسان کو بچپن ہی سے معلم کی ضرورت ہے - ماں کی گود میں تین چار سال تک تعلیم و تربیت پانے کے بعد اب اسے اور طرح کی تعلیم کی ضرورت پیش آتی ہے - جس سے اس کی دُنیا کی زندگی بھی سنور جائے اور آخرت میں بھی کامیاب ہو - آئندہ سطور میں اس تعلیم کے متعلق بحث آئیگی -

انسان کی روحانیت کا مطالبہ

اللہ تعالےٰ نے انسان کی تربیت کا قانون حیوانات سے علیحدہ تجویز کیا ہوا ہے - حیوانات تو الہام جبلی سے ہر کام کرتے ہیں - جس کی تفصیل گزشتہ سطور میں عرض کی جا چکی ہے - انسان کے متعلق ابتدائے عالم سے یہ قانون چلا آ رہا ہے - کہ ہر ضرورت کے پورا کرنے کے لئے ایک کے دماغ میں اللہ تعالےٰ القا کرتا ہے - اور دوسرے اس کے تجویز کردہ حل کو اپنا لیتے ہیں - مثلاً ایک آدمی کے دماغ میں موٹر بنانے کی تجویز القا فرمائی - اب ساری دُنیا اس سے فائدہ اٹھا رہی ہے - ایک کے دماغ میں ہوائی جہاز کی تجویز القا فرمائی - اب ساری دنیا اس سے نفع اٹھا رہی ہے - کوئی شخص یہ اعتراض نہیں کرتا - کہ ہم دوسرے کی تجویز کردہ موٹر یا دوسرے کے تجویز کردہ ہوائی جہاز سے کیوں فائدہ اٹھائیں - ہم اپنے نئے طریقہ کے ہوائی جہاز بنا کر ان کو آسمان پر اُڑائیں گے اور ان ہی میں سفر کریں گے - اگر کوئی شخص یہ سوال اُٹھائے تو اسے بیوقوف اور احمق کہا جائیگا - یعنی انسان کی روحانیت کا اللہ تعالےٰ سے بزبانِ حال یہ مطالبہ ہے کہ اے اللہ - مجھ تو نے عالم ملکوت سے لا کر انسان کے گوشت اور پوست اور ہڈیوں کے پنجرہ میں بند کر دیا ہے - میرے مُلک (عالم ملکوت) میں جو غذا مجھے دی جاتی تھی یعنی ذکر الٰہی - کیونکہ عالم ملکوت میں رہنے والے ملائکہ عظام فقط اللہ تعالےٰ کے ذکر میں محو اور اسی میں مسرور رہتے ہیں - لہٰذا اس ڈھانچے میں بند ہو جانے کے بعد بھی وہی میری غذا مجھے ملنی چاہیئے -

انسان کی دونوں جنبوں میں تعارض

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کے وجود کو سواری قرار دیا جائے - یعنی ظاہری وجود کو تو اس پر دو سوار ہیں - بہیمیۃ اور ملکیۃ - بہیمیۃ تو یہ چاہتی ہے - کہ اس وجود سے سارا دن کام کرائے اور جو اُجرت وصول ہو - اس میں مجھے اچھے سے اچھا اور لذیذ سے لذیذ اور قیمتی سے قیمتی کھانا کھلائے اور عمدہ سے عمدہ اور قیمتی سے قیمتی لباس پہنائے اور ملکیۃ یہ چاہتی ہے کہ اس وجود سے زیادہ سے زیادہ ذکر الٰہی کراؤں - کیونکہ میری غذا تو یہی ہے - اس وجود سے رکوع - سجود - قومہ - جلسہ والی عبادت کراؤں - کیونکہ مجھے تو عبادت ہی میں لطف آتا ہے - اب اس تعارض کو جو رفع کر سکتا ہے - وہ فقط اللہ تعالےٰ کی ذات پاک ہے کیونکہ وہ بہیمیۃ اور ملکیۃ دونوں کا خالق ہے - اس لئے اسے دونوں کے ساتھ یکساں شفقت ہے - حاصل یہ نکلا کہ انسان نے بلسان الحال اللہ تعالےٰ سے مطالبہ کیا - کہ مجھے ایک ایسا قانون عطا فرما - کہ میری دونوں جنبوں کے مطالبات اس میں پورے ہو جائیں - نہ بہیمیۃ کو اپنی حق تلفی کی شکایت رہے - اور نہ ملکیۃ کو - اللہ تعالےٰ کی طرف سے وہ نازل شدہ

قانون قرآن مجید ہے

اس قرآن مجید کے نازل ہونے سے انسان کی فطرت کا مطالبہ پُورا ہو گیا - البتہ اس قانون کو اللہ تعالےٰ سے لے کر بندوں تک پہنچانے والے ایک واسطہ کی ضرورت تھی - وہ سیّد المرسلین - خاتم النبیین شفیع المذنبین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں - چنانچہ ارشاد ہے - (وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ○

سورۃ النحل رکوع ۱۲ پارہ ۱۴

ترجمہ ۔ اور ہم نے تجھ پر ایک ایسی کتاب نازل فرمائی ہے ۔ جس میں ہر چیز کا کافی بیان ہے ۔ اور وہ مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے ۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمدؒ کا حاشیہ

اس آیت کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں ۔ یعنی قرآن کریم میں تمام علوم ہدایت اور اصول دین اور فلاح دارین سے متعلق ضروری امور کا نہایت مکمل اور واضح بیان ہے (انتہیٰ ملخصاً) یعنی یہ کتاب سارے جہان کے لئے سرتاپا ہدایت اور مجسم رحمت ہے ۔ فرمانبردار بندوں کو شاندار مستقبل کی خوشخبری سناتی ہے ۔

اس ضابطہ حیات انسانی کے معلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ ج وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ٥ سورہ آل عمران رکوع ۱۷ پارہ ۴

ترجمہ ۔ اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا ہے جو ان میں انہیں میں سے رسول بھیجا ۔ ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے ۔ اور انہیں پاک کرتا ہے ۔ اور انہیں کتاب اور دانش سکھاتا ہے ۔ اگرچہ وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے ۔

حاصل

یہ نکلا کہ قرآن مجید کے معلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ آپ ہر طریقہ سے مومنوں کی اصلاح فرماتے ہیں ۔

حدیث شریف کا مرتبہ

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ معلم فقط اس کتاب کے الفاظ ہی کو نہیں دہرا دیتا ۔ جس کی تعلیم دے رہا ہے ۔ بلکہ کتاب کے الفاظ کی شرح اپنے الفاظ میں بیان کرتا ہے ۔ بعینہٖ یہی تعلق حدیث شریف کا قرآن مجید سے ہے ۔ کہ حضور انور کی احادیث قرآن مجید کی شرح ہیں ۔ اور قرآن مجید کے الفاظ میں جو اللہ تعالیٰ کی مراد ہے ۔ اس کے معلوم کرنے کا ذریعہ فقط احادیث ہیں ۔ مثلاً قرآن مجید میں یہ ارشاد ہوا ۔ (اقیموا الصلوٰۃ) ترجمہ ۔ نماز قائم کرو ۔ اس کے بعد نماز پڑھنے کا مکمل طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے معلوم ہوا ۔ کہ مسلمان پہلے وضو کرے ۔ پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو جائے ۔ پھر تکبیر تحریمہ (اللہ اکبر) کہے ۔ پھر ہاتھ باندھ لے ۔ پھر سبحانک اللھم الی آخرہ پڑھے ۔ پھر سورہ فاتحہ پڑھے پھر قرآن شریف کی آیتیں پڑھے پھر رکوع میں جائے ۔ رکوع میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھے پھر سمع اللہ ۔۔۔ پھر سجدہ میں جائے ۔ پھر ایک سجدہ کر کے اٹھ کر بیٹھ جائے ۔ پھر دوسرے سجدہ میں جائے اور سجدہ میں تسبیح پڑھے ۔ یہ نماز کی ایک رکعت ہے ۔ یا مثلاً قرآن مجید میں تو فقط اتنا ہی حکم ہے (واٰتوا الزکوٰۃ) ترجمہ ۔ زکوٰۃ دو اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ نے تفصیل بیان نہیں فرمائی ۔ یہ تفصیل احادیث سے معلوم ہوتی ہے ۔ کہ سونے اور چاندی کی کتنی مقدار میں سے کتنی ۔ بکریوں کی کتنی تعداد میں سے کتنی ۔ گائے کی کتنی تعداد میں سے کتنی ۔ اونٹ کی کتنی تعداد میں سے کتنی ۔ لہٰذا ثابت ہوا ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث قرآن مجید کی شرح ہیں ۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے احادیث کی تصدیق

اللہ جل شانہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی خود تصدیق فرما دی ہے ۔ کہ آپ کی احادیث بھی میری ہی طرف سے آپ کے دل میں بالقاء کی جاتی ہیں ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے (وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ٥ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ٥) سورہ النجم رکوع ۱ پارہ ۲۷

ترجمہ ۔ اور نہ وہ اپنی خواہش سے کچھ کہتا ہے ۔ یہ تو وحی ہے ۔ جو اس پر آتی ہے ۔

حاصل

یہ نکلا کہ آپ کا ہر ارشاد وحی الٰہی ہے ۔ البتہ اہل حق کے ہاں وحی کی دو قسمیں ہیں ۔ ایک وہ وحی جس کے مضامین پر الفاظ کا جامہ پہنا کر بذریعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ تک پہنچایا گیا ۔ اسے قرآن یا وحی جلی یا وحی متلو سے نام سے پکارا جاتا ہے ۔ دوسری وہ وحی جو آپ کے دل میں القاء کی گئی ۔ اور حضور انور نے اسے ظاہر فرمایا ۔ اسے حدیث شریف ۔ یا وحی خفی یا وحی غیر متلو کہا جاتا ہے بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بھی وحی الٰہی ہیں ۔

مومن کا فرض

لہٰذا ہر مومن کا فرض ہے کہ جس طرح وحی جلی کی تابعداری اپنا فرض عین خیال کرتا ہے ۔ اسی طرح وحی خفی کی تابعداری کو بھی اپنا فرض عین خیال کرے ۔

تائید

اوپر کی سطر میں جو عرض کیا گیا ہے ۔ حدیث شریف سے اس کی تائید ملاحظہ ہو ۔

حضور انورؐ فرماتے ہیں (تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا ۔ کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّۃَ رَسُوْلِہٖ) ترجمہ ۔ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں ۔ جب تک ان دونوں کو مضبوط پکڑے رہو گے ۔ تم ہرگز گمراہ نہیں ہو گے ۔ اور وہ دو چیزیں اللہ کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی سنّت ہیں ۔

گزشتہ تفصیل کا حاصل

آج کی ساری بیان کردہ تفصیل کا حاصل یہ ہے ۔ کہ انسان کی فطرت نے اللہ تعالیٰ سے مطالبہ کیا تھا ۔ کہ میری دو جزوں کا جھگڑا نپٹانے کے لئے کوئی مکمل قانون دیا جائے ۔ اور وہ قانون قرآن مجید ہے لہٰذا ہر فطرت سلیمہ والے انسان کا فرض ہے ۔ کہ اسے اپنا معمول بنائے ۔ تاکہ اس کی دنیا اور آخرت سنور جائے ۔ ورنہ اس کے دونوں جہان برباد ہوں گے ۔ اور قرآن مجید کی طرف توجہ دلانے والے کو یہ جواب دینا کہ قرآن مجید پر عمل کیوں کریں یہ ایسا ہی ایک ناعاقبت اندیشانہ اور احمقانہ اعتراض ہے جس طرح کوئی کہے ۔ کہ شیر گوشت کیوں کھاتا ہے ۔ گھاس کیوں نہیں کھاتا ۔ اور بکری گھاس کیوں کھاتی ہے ۔ گوشت کیوں نہیں کھاتی ۔ جس طرح شیر کی فطرت گوشت کھانا ہے ۔ اور بکری کی فطرت گھاس کھانا ہے ۔ اسی طرح انسان کی فطرت اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی کے مطابق چلنا ہے ۔ وما علینا الا البلاغ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

مجلسِ ذکر

منعقدہ جمعرات مورخہ ۱۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۷ جنوری ۱۹۵۷ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :-

صحتِ جسمانی کی طرح صحتِ روحانی کا بگڑنا اور سنبھلنا مرتے دم تک رہتا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد آج کی معروضات کا عنوان ہے صحت جسمانی کی طرح صحت روحانی کا بگڑنا اور سنبھلنا۔ مرتے دم تک رہتا ہے۔ آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ شائد ہی کوئی ایسا شخص ہو۔ جس کو کوئی عارضہ نہ ہو۔ کسی کو نزلہ کی شکایت ہے۔ کسی کو زکام ہے۔ کسی کے سر میں درد ہے کسی کو بخار۔ اور کسی کو پیٹ میں درد کی شکایت ہے۔ غرض یہ کہ ہر شخص کو کوئی نہ کوئی عارضہ لگا رہتا ہے۔ گویا صحت جسمانی بگڑتی اور سنبھلتی رہتی ہے۔ بعینہٖ اسی طرح صحت روحانی بھی بگڑتی اور سنبھلتی رہتی ہے۔ ایک حدیث میں اس کا ذکر آتا ہے۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ بَنِیْ آدَمَ خَطَّاءٌ خَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ (رواہ الترمذی وابن ماجہ) دارمی

(ترجمہ) ۔ انسؓ سے روائت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ سب انسان (انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنٰی ہیں)۔ خطا کار ہیں اور اچھے خطا کار وہ ہیں۔ جو (گناہ کے بعد) توبہ کرنے والے ہیں۔

اور سنئے

عَنْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَاِنْ عَادَ فِی الْیَوْمِ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً (رواہ الترمذی و ابوداؤد)

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے بخشش مانگی۔ اس نے (گناہ پر) اصرار نہیں کیا۔ اگرچہ وہ ایک دن میں ستر دفعہ اس گناہ کو کرے

اللہ تعالےٰ اپنے پرہیزگار بندوں کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی بیان فرماتے ہیں :-

وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ○

(ترجمہ) اور اپنے کئے پر وہ اڑتے نہیں اور وہ جانتے ہیں)

اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ منشاء نہیں ہے کہ انسان سے گناہ سرزد ہی نہ ہوں بلکہ ان کا یہ منشاء ہے کہ اگر گناہ ہو جائے تو پھر اس پر ضد نہ کرے اور فوراً توبہ کرکے اپنا معاملہ اللہ تعالےٰ سے صاف کرلے

توبہ کی قبولیت کے لئے تین شرطیں ہیں۔ ۱۔ جو گناہ ہو چکا اس پر ندامت اور پشیمانی ۔ ۲۔ آئندہ اس گناہ کے نہ کرنے کا مصمم ارادہ ۔ ۳۔ اس گناہ سے فوری دستبرداری

اگر ایک شخص دن میں ستر مرتبہ ان شرائط کو پورا کرکے توبہ کرے گا۔ تو ہر بار اس کی توبہ قبول ہو جائے گی اور ہر دفعہ اس کا گناہ معاف ہو جائے گا۔

مثلاً ایک شخص اس کے پاس آیا۔ اور اس نے کسی دوسرے شخص کی غیبت کی۔ اس نے بھی اس کے متعلق کچھ کہہ دیا۔ اس کے چلے جانے کے بعد طبیعت میں ندامت ہوئی کہ خواہ مخواہ نامۂ اعمال سیاہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد دوسرا شخص آ گیا اور اس نے کسی اور کا گلہ شکوہ شروع کر دیا۔ اس نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملا دی۔ اس کے جانے کے بعد پھر ندامت ہوئی۔ اس طرح اگر انسان ایک دن میں ستر مرتبہ بھی غلطی کرتا رہے اور توبہ کرتا رہے تو اللہ تعالےٰ اس کو معاف فرماتے رہیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام نے غیبت کے متعلق دریافت کیا کہ اگر وہ عیب اس شخص میں موجود ہو تو بھی غیبت ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ تبھی تو غیبت ہے۔ اگر وہ عیب اس میں نہ ہو تو یہ اس پر بہتان ہے۔

روحانی صحت کے بگڑنے کے یہ معنی ہیں کہ گناہ ہوا اور خدا کو ناراض کر بیٹھے۔ سنبھلنے کے یہ معنی ہیں کہ گناہ کا احساس ہوا اور توبہ کرلی اس طرح اللہ تعالیٰ کو پھر راضی کرلیا۔ اس دور میں جس میں ہم جا رہے ہیں۔ شاید ہی کسی کی جسمانی صحت درست ہو۔ بد دیانتی عام ہے۔ ہر چیز میں کھوٹ ملایا جاتا ہے۔ پرسوں ہی اخبار میں آیا تھا کہ باغبانپورہ میں دو شخص پکڑے گئے جو دودھ پھکڑی پیس کر آٹے میں ملا رہے تھے۔ آٹا خالص نہیں ملتا دودھ خالص نہیں ملتا۔ مرچ ہلدی نمک وغیرہ کوئی چیز خالص نہیں ملتی۔ جب خورد و نوش کی چیزوں میں اینٹیں اور پتھر ملائی جائیں گی تو اس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ شاید ہی کسی شخص کی جسمانی صحت درست ہو۔ چپہ چپہ پر حکیموں اور ڈاکٹروں کی دکانیں ہیں اس مسجد کے پاس ہی ایک طرف حکیم ظفراللہ صاحب ہیں تو ان کے ساتھ ڈاکٹر ظفرالحق صاحب ہیں۔ دوسری طرف حکیم محمد احمد صاحب ہیں تو پاس ہی ڈاکٹر اکرام الدین صاحب ہیں اسی طرح صحت روحانی بھی شائد ہی کسی کی درست ہو۔ اس کا سبب یہی بددیانتی ہے۔ حرام کھانے سے اول تو عبادت کی توفیق ہی سلب ہو جاتی ہے۔ اگر کرے گا تو قبول نہ ہوگی۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اگر پیالہ میں کتا منہ ڈال دے اور اس میں آپ کسی مسلمان کو دودھ ڈال کر

باقی صفحہ ۱۸ پر

بحضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

(از جناب عبد المنّان صاحب شاہد)

جنونِ عشقِ محمدؐ کمالِ دانائی
گدائیِ درِ شاہِ اُمم ہے دارائی

زہے مقامِ ثنا خوانیِ شہِ بطحا
کہ میرے دل میں تجلّی کی برق لہرائی

زبانِ ذرہ کہاں، مدحِ آفتاب کہاں
یہ انتساب ہے اک طرفہ عزّت افزائی

میری نوائے محبّت کی بے پروبالی
مجھے حضورِ رسالتمآب لے آئی

حضورؐ! آپ کے انوار کے مظاہر ہیں
یہ مہر و مہ، یہ ستارے یہ چرخِ مینائی

حضورؐ! آپ کے انفاسِ قدس کے دم سے
چمن میں حسنِ بہاراں، گلوں میں رعنائی

حضورؐ! آپ کے فیضِ نگہ نے توڑ دیا
طلسمِ سطوتِ قیصر، فسونِ کسرائی

حضورؐ! آپ کے ہونٹوں کی ایک جنبش سے
ملی ہے خاک کے ذرّوں کو تابِ گویائی

حضورؐ! آپ کی اُمّت پہ وقت نازک ہے
ہر ایک سمت ہے فتنوں کی حشر آرائی

کہیں ہے آپ کی سُنّت نشانۂ تضحیک
کہیں "نبوّتِ کاذب" کی ہے فسوں زائی

جہاں پہ ظلمتِ باطل محیط ہے ہر سُو
نظامِ جبر کی ہر جا ہے کار فرمائی

ہیں ان کے واسطے دار و رسن کی تعذیریں
جنہوں نے عشقِ پیمبرؐ کی روشنی پائی

حدیثِ نبویؐ

(از جناب محمد حفیظ اللہ صاحب کچلو۔ ڈگلس پورہ۔ لائل پور)

(گزشتہ سے پیوستہ)

اعتراض ۲: اگر حضورؐ کے اقوال و افعال اس قدر اہمیت رکھتے تھے تو پھر صحابہ کرام نے ان کو قلمبند کیوں نہ کر لیا؟

جواب: مذہبی اور تشریعی حیثیت سے واقعی حضورؐ کے اقوال و افعال بیحد اہمیت رکھتے تھے لیکن ان کو بروقت قلمبند نہ کرنے کے بہت سے وجوہات ہیں۔ مثلاً

(ا) اسلام کے ابتدائی دور میں پڑھے لکھے آدمیوں کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی تھی۔ حتیٰ کہ قبیلۂ قریش میں صرف ستر آدمی ایسے تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اور ان میں سے بہت ایسے تھے جن کے سپرد قرآن کی کتابت کا کام تھا۔

(ب) چونکہ قرآن کریم بھی حضورؐ ہی کی زبان سے لوگ سنتے اور لکھتے تھے۔ اس لئے اگر حضورؐ کے دوسرے اقوال (تشریعی یا غیر تشریعی) احاطۂ تحریر میں لائے جاتے تو اس امر کا قوی امکان تھا کہ دونوں چیزیں باہم گڈمڈ ہو جاتیں اور کچھ عرصہ کے بعد شاید یہ تمیز باقی نہ رہتی کہ قرآنی احکام کونسے ہیں اور حدیثِ نبویؐ کونسی؟ اسی مصلحت کے پیش نظر حضورؐ نے سختی سے قرآن کے علاوہ اپنے دوسرے ارشادات قلمبند کرنے سے منع فرما دیا تھا

(ج) یہ امر واضح ہے کہ اس التزام اور پابندی کی عدم موجودگی میں قرآن کا بھی کم و بیش وہی حشر ہوتا جو دوسرے آسمانی صحائف کا ہو چکا ہے۔ کہ آج اُن کا ایک نسخہ بھی تحریف و تصریف سے خالی نہیں۔

(د) دنیا میں کوئی ایسی مثال موجود نہیں ہے کہ کسی بلند سے بلند شخصیت کے اقوال و افعال کو جمع کرنے کے لئے اس نوعیت کا کوئی اہتمام کیا گیا ہو۔

(س) جن چیزوں کا ضبط تحریر میں لانا ضروری سمجھا جاتا تھا۔ ان کو لکھا جاتا۔ مثلاً دوسری قوموں سے معاہدے، حکومت کے عاملوں کے نام فرمان۔ تبلیغی مراسلات وغیرہ وغیرہ بعض قبیلوں کے نام تحریری ہدایت نامے بھی جاری کئے جاتے۔

(س) چونکہ اس زمانہ میں اسلامی معاشرے کا ایک بہت بڑا حصہ اُن لوگوں پر مشتمل تھا جنہوں نے حضورؐ کو دیکھا تھا۔ یا ان کی باتیں سنی تھیں۔ اس لئے قدرتی طور پر اس امر کی ضرورت محسوس نہ ہوئی کہ حضورؐ کے ارشاداتِ گرامی کو ضبط تحریر میں لایا جائے۔ پیش آمدہ مسائل پر خلفائے راشدین خود حضورؐ کے طریقہ کار سے واقف ہوا کرتے تھے۔ اگر کسی معاملہ میں کوئی اُلجھن پیش آتی تو اعلان کروا دیا جاتا۔ کہ جس شخص نے حضور سے کچھ سنا ہے وہ بیان کر دے۔ جس کو اس بارے میں حضورؐ کے کسی حکم کا علم ہوتا وہ آ کر بتلا دیتا۔ اور تصدیق ہونے کی صورت میں اس پر عمل کیا جاتا۔ اور اس امر کی پوری احتیاط کی جاتی کہ یہ روایت ہر حیثیت سے صحیح و مستند ہو۔

اعتراض ۳: حدیث کی صحیح ترین کتابوں کے متعلق بھی یہ عام اعتراف ہے کہ ان میں صحیح و ضعیف و منسوخ حدیثیں موجود ہیں۔ تو پھر ان کی صحت کو پرکھنے کے لئے ہمارے پاس کونسا معیار ہے؟

جواب ۳: محققین نے حدیثوں کو پرکھنے کے لئے دو معیار مقرر کئے ہیں۔

(۱) فنِ روایت (۲) فنِ درایت۔

فنِ روایت سے دیکھنا مقصود ہے کہ حدیث کی روایت کا سلسلہ پورا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ درمیان کا کوئی راوی چھوٹا ہوا ہو۔ ہر راوی کے لئے دوسرے راوی سے حدیث کو خود سننا یا کم سے کم اول الذکر کی زندگی میں موجود ہونا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ راوی کے لئے ثقہ اور معتبر ہونا ضروری ہے۔ یہ ضروری ہے کہ وہ نیک دل ہو۔ اس کا حافظہ کمزور نہ ہو۔ اس حدیث کو سمجھنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ جس کو وہ روایت کر رہا ہے۔ عمر میں بھی اس قدر پختگی ضرور ہو کہ وہ حدیث کی جزئیات کو سمجھنے اور انہیں اپنے حافظہ میں محفوظ رکھنے کی استعداد رکھتا ہو۔ اس کا مسلک بھی دیکھنا ضروری ہے کہ کہیں وہ اپنے ذاتی اعتقاد اور مسلک کی تائید میں یہ حدیث تو نہیں پیش کر رہا۔ اس امر کو جانچنا بھی ضروری ہے کہ حدیث زیر بحث سے اس کو کوئی ذاتی غرض تو نہیں۔ اسی طرح کے اور بہت سے معیار تھے جن پر پرکھ کر کسی راوی کے ثقہ اور معتبر ہونے کا فیصلہ کیا جاتا۔

حضرت عمرؓ نے سند اور روایت کے لئے جو مقدم اصول قائم کئے تھے ان کو اجمالاً یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔

(۱) روایت کا باللفظ ہونا ضروری ہے۔

(۲) محض راوی کا ثقہ ہونا روایت کی صحت کیلئے کافی نہیں۔

(۳) خبر واحد میں۔ تائیدی شہادت کی ضرورت ہے۔ جس کو محدثین کی اصطلاح میں تابع اور شاہد کہتے ہیں۔

(۴) خبر واحد ہمیشہ قابل حجت اور واجب التعمیل نہیں ہوتی۔

(۵) روایت کے اعتبار کے لئے موقع اور محل کی خصوصیات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

سند و روایت کی اہمیت اور وسعت کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ اس غرض کے لئے ایک مستقل فن ایجاد کیا گیا جس کا نام اسماء الرجال ہے اور اس میں تقریباً تین لاکھ ایسے انسانوں کے حالات تحقیق کر کے قلمبند کئے گئے۔ جنہوں نے حدیثیں یا تاریخی واقعات روایت کئے تھے۔

اس کے بعد درایت کے اصولوں کے ماتحت حدیث کو پرکھا جاتا۔ کیونکہ واقعات کی تحقیق و تنقید کے لئے درایت کے اصول سے بہت مدد مل سکتی ہے۔ اس لئے درایت کا فن بھی ایک مستقل فن بن گیا ہے۔ اور اس کے اصول و قواعد بھی نہایت باقاعدگی سے مرتب و منضبط کئے گئے ہیں۔ ان میں سے جو اصول یہاں چسپاں ہو سکتے ہیں حسب ذیل ہیں:۔

(۱) واقعہ مذکورہ اصول و عادات کی رو سے ممکن ہے یا نہیں؟

(۲) اُس زمانہ میں عوام الناس کا میلان اس واقعہ کے موافق تھا یا مخالف؟

(۳) واقعہ اگر کسی حد تک غیر معمولی ہے تو ثبوت کی شہادت اسی نسبت سے قوی تر ہے یا نہیں؟

(۴) اس امر کی تفتیش کہ راوی جس چیز کو حضورؐ کا قول قرار دیتا ہے اس میں قیاس اور رائے کا کس قدر حصہ شامل ہے۔

(۵) راوی نے حضورؐ کے اقوال و افعال کو جس صورت میں ظاہر کیا ہے۔ وہ واقعہ کی پوری تصویر ہے یا نہیں؟

(۶) کیا اس امر کا کوئی احتمال ہے کہ راوی نے واقعہ زیر بحث یا حضورؐ کے الفاظ کی جزئیات کو نظر انداز کر دیا ہے؟

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

محسنۂ کائنات

(از جناب ماسٹر لال دین صاحب آخگر بی اے بی ٹی خانقاہ ڈوگراں)

قسط نمبر ۱۲

(بشیر کی لاپرواہی اور زہرہ اور صفیہ کی دیوانہ وار خدمت)

"شام کے تقریباً ساڑھے تین بج چکے ہیں زہرہ گھر سے باہر گئی ہوئی ہے۔ مگر اس کی لڑکی گھر پر ہے۔ ڈاکیا خط دے کر چلا جاتا ہے۔ زہرہ کی واپسی پر لڑکی اس کو خط پیش کرتی ہے۔ زہرہ پڑھانے کے لئے پڑوس میں جاتی ہے اور روتی ہوئی واپس آتی ہے۔ راتوں رات تیاریاں ہو جاتی ہیں اور صبح ہی اسٹیشن کی طرف اپنے خاوند کی معیت میں چل پڑتی ہے۔ باپ کے گھر پہنچتی ہے تو صفیہ بھی آئی ہوئی ہے۔ دونوں بہنیں ایک، دوسری سے محبت سے ملتی ہیں۔ اور پھر اپنے باپ کی بلائیں لینے میں مشغول ہو جاتی ہیں۔ تقریباً اگلے دن اکبر مر جاتا ہے۔ مرنے کے بعد مولوی عبدالعزیز صاحب بھی پہنچ جاتے ہیں۔" (قارئین کرام سے گزارش ہے۔ کہ لڑکے اور لڑکی کی محبت کا موازنہ پیش نظر رکھیں)

ڈاکیا۔ (دستک دیتا ہے)

(اندر سے) کون ہے؟

ڈاکیا۔ بیٹی یہ خط تمہارے ابّاجی کے نام ہے۔

(لڑکی خاموشی سے خط پکڑ کر واپس اندر چلی جاتی ہے۔ خط کو طاق میں رکھ کر برتن صاف کرنے میں مشغول ہو جاتی ہے۔ اور اتنے میں زہرہ بھی واپس آ جاتی ہے)

زہرہ۔ سعیدہ برتن صاف کرتی ہو؟

سعیدہ۔ ہاں امّاں جان۔ مگر ابّاجی کے نام ایک خط آیا ہے۔

زہرہ۔ کہاں ہے؟

سعیدہ۔ سامنے کے طاق میں پڑا ہے۔

(زہرہ طاق سے خط پکڑ کر پڑوس میں چلی جاتی ہے۔ عطا محمد پوسٹ ماسٹر ابھی ابھی دفتر بند کر کے گھر پہنچے ہیں)

زہرہ۔ بابوجی! میرا خط تو پڑھ دیجئے۔

بابو عطا محمد۔ لاؤ بہن۔ لاؤ۔

(بابوجی خاموشی سے پڑھ رہے ہیں اور زہرہ نہایت متفکرانہ انداز میں منتظر کھڑی ہے)

بابوجی۔ تمہارا باپ بیمار ہے اور تجھ کو لکھواتا ہے کہ آ کر مل جاؤ۔

زہرہ۔ کب سے بیمار ہے؟

بابوجی۔ تقریباً دس دن سے۔

زہرہ۔ اور کچھ؟

بابوجی۔ باقی سب خیریت ہے۔ مگر یہ بھی لکھا ہے کہ صفیہ کو بھی بلایا گیا ہے۔

زہرہ۔ ہائے۔ ہائے۔ یا اللہ خیر ہو۔ میرا باپ رہتی دنیا تک جیتا رہے۔ بابوجی اور کچھ؟

بابوجی۔ بار بار تمہارے آنے کی تاکید ہے باقی سب خیریت ہے۔ تم کو اور تمہارے بچوں کو تمہارے والدین کی طرف سے پیار لکھا ہے۔ فتح دین کو سلام لکھا ہے

زہرہ۔ اچھا بابوجی اللہ تعالےٰ تمہارا بھلا کرے۔ یا اللہ میرا باپ تندرست ہو۔

(زہرہ گھر کی طرف چل دیتی ہے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ اپنے دامن سے آنکھیں پونچھتی ہوئی آتی ہے۔ ایک ہاتھ میں خط ہے جس کو چھاتی سے لگایا ہوا ہے)

بیگم۔ زہرہ کیا بات ہے۔ کہاں سے آ رہی ہو؟

زہرہ۔ بہن یہ خط آیا ہے۔ ابّاجی بیمار ہیں۔

بیگم۔ خیر تو ہے۔ کب سے؟

زہرہ۔ تقریباً دس بارہ دن ہو گئے ہیں (آنسو گر جاتے ہیں)

بیگم۔ خیر ہے۔ بہن۔ خیر ہے۔ آج کل سردی کے دن ہیں۔ بوڑھے آدمی کو تو یونہی زکام وغیرہ ہو جائے تو کئی دن گزر جاتے ہیں۔

زہرہ۔ (آنسو پونچھ کر) اچھا بہن، خدا خیر کرے۔

(گھر پہنچ کر خط طاق میں رکھ دیتی ہے۔ اور روٹی پکانے میں مشغول ہو جاتی ہے۔ سعیدہ سے ضروری برتن چولھے کے پاس لانے کے لئے کہتی ہے)

سعیدہ۔ امّاں جان کس کا خط آیا ہے؟

زہرہ۔ بیٹی تمہارے نانا جان بیمار ہیں۔

سعیدہ۔ کب سے بیمار ہیں؟

زہرہ۔ تقریباً دس بارہ روز ہوئے ہیں بیٹی۔ میں اور تیرا ابّا کل ضرور نتھو والہ چلے جائیں گے۔ سنا ہے کہ تمہاری خالہ صفیہ بھی وہاں آ رہی ہے۔

سعیدہ۔ خدا کرے نانا جان بخیریت ہوں

زہرہ۔ بیٹی میرا تو کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ خط سن کر میرے دل کو خدا جانے کیا ہو گیا ہے۔ بیٹھے جا رہا ہے۔ میرے شفیق باپ نے مجھے بڑی محبت سے پالا۔ میں پہلوٹھی کی تھی۔ بشیر۔ صفیہ اور سعید تو بعد میں پیدا ہوئے۔ والدہ بتایا کرتی ہے کہ میری دلجوئی کے لئے ابّاجی طرح طرح کے کھلونے اور آئے دن مٹھائیاں لایا کرتے تھے۔ یا اللہ میرے باپ کی خیر ہو۔ سعیدہ رات نہ ہوتی تو میں تیرے ابّاجی کو لے کر ابھی چل دیتی۔ ہائے۔ ہائے کس وقت خبر ہوئی۔

(اتنے میں فتح دین جو کہ زہرہ کا خاوند ہے۔ گھر آ جاتا ہے۔ زہرہ اس کو اکبر کے بیمار ہونے کی خبر دیتی ہے)

زہرہ۔ لو خط آیا ہے۔ کہ ابّاجی کئی دن سے بیمار ہیں۔ بار بار ہمارے ملنے کی تمنا کرتے ہیں۔ کاش رات نہ ہوتی تو ابھی روانہ ہو پڑتے۔

فتح دین۔ خط کب آیا ہے۔ کس نے پڑھا ہے؟

زہرہ۔ شام ہی کو آیا ہے۔ بابو عطا محمد نے پڑھا ہے۔

فتح دین۔ اچھا خیر روٹی لاؤ۔

زہرہ۔ روٹی کھاؤ۔ پکی ہوئی ہے۔ کوئی کپڑا وغیرہ دھلوانا ہو تو اُتار دو میں تو اپنے باپ کو دیکھ کر سیر ہو کر کھاؤں گی۔

(خیر زہرہ کی رات کانٹوں پر گزری۔ صبح ہوتے ہی گاڑی میں سوار ہوئے۔ اور شاہ کوٹ ریلوے لاری سے اتر کر نتھو والہ کی راہ لی)

(راستے میں جو عورت یا مرد ملتا زہرہ اُس کو دیوانوں کی طرح پوچھتی۔ کہ تم کہاں سے آتے ہو۔ اس طرح سے چلتے چلتے نتھو والہ پہنچ گئے۔ زہرہ کا رنگ بالکل فق تھا۔ کان اندرونی خوف و ہراس سے آہ و بکا کے دھوکے دے رہے تھے۔ کانپتے ہوئے دل کے ساتھ گھر کے دروازے پر پہنچی اور جھٹ سے ڈیوڑھی میں قدم رکھتے ہی باپ سے لپٹ کر زار زار رونے لگی۔ پھر ماں کے گلے ملی اور بعد میں صفیہ سے)

ہاجراں۔ آپ کو کل خط ملا ہوگا۔

زہرہ اور فتح دین۔ (ایک زبان) کل بالکل شام کو۔ لہٰذا ہم صبح سویرے ہی چل پڑے

اکبر۔ گھر میں بچّے خیریت سے تھے؟
فتح دین۔ جی ہاں۔ ماموں جی بالکل خیر تھی۔
اکبر۔ ہاجراں اُٹھو۔ لڑکے کو پانی لسّی پلاؤ۔
فتح دین۔ نہیں ماموں جی۔ پی لیں گے۔ آپ اپنی کہئے۔ کہ کیا حالت ہے؟
اکبر۔ (اُٹھنے کی کوشش کرتا ہے مگر اُٹھ نہیں سکتا) بیٹا بخار ہی نہیں چھوڑتا۔
(اس اثنا میں بشیر بھی باہر سے آجاتا ہے۔ فتح دین اُٹھ کر اس سے مصافحہ کرتا ہے۔ زہرہ بھی اس کو خود خیر و عافیت پُوچھتی ہے۔ اتنے میں اکبر کو قے آجاتی ہے۔ بشیر یہ دیکھ کر صحن کی طرف چلا جاتا ہے)
زہرہ۔ صفیہ آؤ۔ ابّا جی کا سر پکڑو (آپ چولھے میں سے راکھ لے کر قے پر ڈالتی ہے۔ اور صفیہ اپنی چادر سے اکبر کا مُنہ اور داڑھی صاف کرتی ہے۔ اور سر کو دباتی ہے۔ دونوں بہنیں پروانہ وار باپ کی خدمت میں محو ہیں۔ زہرہ تھوڑے عرصہ کے بعد اپنے ہاتھوں سے قے کو صاف کر کے زمین پر پوچہ پھیرتی ہے)
صفیہ۔ ابّاجی یہ لو نمک چاٹو۔
(اکبر مُنہ کھول دیتا ہے۔ نقاہت بڑھتی جاتی ہے)
نذیراں۔ (بشیر سے)۔ تیری دونوں بہنیں آگئی ہیں کچھ روٹی کی بھی فکر ہے۔
بشیر۔ ان کے بچّے اور خاوند بھی ساتھ ہیں۔
نذیراں۔ ان کو ایسے بُلالیا۔ جیسے کوئی مرگیا ہوتا ہے۔
بشیر۔ ابّا جی دن بدن کمزور ہی ہو رہے ہیں۔
(اتنے میں اکبر کو پھر قے آتی ہے۔ جس میں قدرے خون بھی شامل ہے۔ ہاجراں نہایت مغموم بیٹھی ہے۔ اور زہرہ اور صفیہ باپ کی بلائیں لے رہی ہیں۔ کوئی سر دباتی ہے کوئی مُنہ صاف کرتی ہے۔ اور قے کی غلاظت کو ڈھانپ رہی ہے۔ بشیر بھی دُور سے یہ حالت دیکھتا ہے۔ مگر نفرت کی وجہ سے قریب نہیں آتا)
اکبر (زہرہ سے) بیٹی مجھے پاخانہ کی حاجت ہے۔ تم دونوں بہنیں پرے چلی جاؤ۔
(زہرہ اور صفیہ صحن میں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ مگر دونوں زار زار رو رہی ہیں۔ اور فرطِ غم سے کانپ رہی ہیں۔ بشیر باہر نکل جاتا ہے۔ ہاجراں نے اکبر کو زمین پر بٹھانے کی کوشش کی۔ مگر ناکام رہی۔ کیونکہ اکبر میں اب ہلنے جلنے کی طاقت نہیں ہے۔ پاخانہ بستر پر ہی نکل جاتا ہے)
ہاجراں۔ زہرہ آجاؤ۔ صفیہ آجاؤ۔
(دونوں آنکھیں پونچھتی ہوئی ڈیوڑھی میں دوڑ کر آجاتی ہیں۔)
ہاجراں۔ بیٹی اچھّا ہُوا کہ تم آگئیں۔ لو تمہارا باپ تو ایک دو دن کا مہمان ہے۔ پاخانہ بستر پر ہی نکل گیا۔ اور اب بے ہوش پڑا ہے۔
صفیہ۔ (اکبر کے مُنہ کے قریب جا کے) ابّا جی۔ ابّاجی۔
(زہرہ اور ہاجراں دونوں بستر کی چادر بدلتی ہیں۔ اور زہرہ اس کو تالاب پر جا کر صاف کر کے لاتی ہے۔ ہاجراں حکیم کو بُلانے چلی جاتی ہے)
(حکیم آتا ہے)
حکیم۔ اکبر کیا حال ہے۔
اکبر (آنکھیں بند ہیں۔ چہرے پر زردی چھائی ہے)
حکیم۔ کوئی نہیں ذرا دل گھبرا گیا ہے۔ ہاتھ پاؤں کی مالش کرو۔ اور ہوش میں آنے پر مُربّہ سیب کھلاؤ۔ کل صبح پھر مجھے خبر کرو۔
ہاجراں۔ اچھّا جی مَیں ہی آؤں گی۔
حکیم۔ بشیر کدھر گیا ہے؟
ہاجراں۔ بشیر تو قریب بھی نہیں آتا۔ اس نے تو بارہ دن سے اس کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔
حکیم۔ بڑا بدنصیب ہے۔ ماں باپ کی خدمت تو جنت کی کنجی ہے۔ لیکن آج کل لڑکے کچھ ایسے بگڑے ہیں۔ کہ اس طرف دھیان ہی نہیں دیتے۔
(یہ کہہ کر چلا جاتا ہے۔ رات کا وقت ہے۔ زہرہ اور صفیہ نے اپنے بچّوں اور خاوندوں کو روٹی کھلا دی ہے۔ مگر آپ نہیں کھائی۔ ہاجراں ان کو مجبور کر رہی ہے کہ بیٹی تم بھی کھاؤ۔ مگر وہ خاموشی سے رو رہی ہیں۔ آخر کار چند لقمے کھالیتی ہیں۔ اکبر ساری رات قے اور اسہال میں مبتلا رہتا ہے۔ زہرہ اور صفیہ دونوں باپ کے سرہانے بیٹھی رہتی ہیں۔ آدھی رات کے وقت اکبر نے آنکھیں کھولیں تو بشیر کو یاد کیا۔ صفیہ دوڑی دوڑی گئی۔ اور بشیر کو بُلا لائی۔)
اکبر۔ بیٹا میرے پاس آؤ۔
بشیر۔ ہاں ابّاجی (ہاجراں بے اختیار رونے لگتی ہے)
اکبر۔ بیٹا اب میری نقاہت بڑھ رہی ہے۔ بولنا تک مشکل ہو رہا ہے۔ مَیں چند گھنٹوں کا مہمان ہوں۔ میری وصیت سُن لو۔ (یہ سُن کر بشیر کی آنکھوں میں بھی آنسو آجاتے ہیں ——— وہ سعید رو رہا ہے۔ تمہارا چھوٹا بھائی ہے ماں باپ جاتے بھائی نہیں ملتے۔ یہ ابھی معصوم ہے۔ تیرے ہاتھوں کی کمائی کا محتاج ہے۔ اس کا ہر طرح خیال رکھنا۔ اس کی تعلیم جاری رکھنا نذیراں کو کہنا کہ وہ سعید کو پیار سے رکھے۔ اور اپنا بھائی سمجھے۔ باقی بیٹا یہ تیری بہنیں ہیں۔ کل سے آئی تھیں۔ مَیں تو اس وقت سے اُن کو روتے ہوئے ہی دیکھتا ہوں تم اب میری جگہ پر ہو۔ ان کی دلجوئی اسی میں ہے۔ کہ ان کو کبھی کبھی باپ کا گھر دکھاتے رہنا۔ باقی ہاجراں تمہاری ماں ہے۔
(یہ کہہ کر اکبر کی آواز بند ہو گئی۔ اور (بشیر بھی وہاں ہی بیٹھ گیا۔ صفیہ اور زہرہ نے اپنے اپنے خاوندوں کو جگایا۔ وُہ بھی ڈیوڑھی میں آگئے۔ اکبر لمبے لمبے سانس لینے لگا۔ سعید رو رہا ہے۔ زہرہ اور صفیہ باپ کے چہرے کو تک رہی ہیں۔ اُن کی آنکھیں اشکبار ہیں۔
دونوں بہنیں کبھی باپ کے ہاتھوں کو اور کبھی پیشانی پر بوسے دیتی ہیں دیکھتے دیکھتے ہی اکبر نے داعیِ اجل کو لبیک کہی۔ اور گھر میں ایک کہرام مچ گیا صبح کو کچھ رشتہ داروں اور پڑوسیوں نے مل کر تجہیز و تکفین کا کام سرانجام دیا۔

ہفت روزہ خدّام الدین لاہور

ملنے کا پتہ

۱۔ نوشہرہ چھاؤنی ضلع پشاور	خواجہ فیرفرزند الدین صاحب کشمیری عام دارالمطالعہ دینی موتی بازار
۲۔ میاں چنوں ضلع ملتان۔	مستری اللہ رکھا صاحب مشین ساز۔ تھانہ بازار
۳۔ عبدالحکیم ضلع ملتان۔	مولوی محمد سعید صاحب۔ کتب فروش
۴۔ جہانیاں منڈی ضلع ملتان۔	مولٰنا محمد الٰہ صاحب جامع مسجد
۵۔ کبیر والا ضلع ملتان۔	مولٰنا نور الحسن صاحب امام محلہ دارالاسلام۔
۶۔ سانگھڑ۔	حافظ محمد اکبر صاحب۔ مالک کتب خانہ اکبریہ
۷۔ پسرور ضلع سیالکوٹ۔	خواجہ نصیر الدین صاحب بٹ نیوز ایجنٹ
۸۔ سبھورو ضلع سانگھڑ۔	جناب محمد مشتاق صاحب۔ معرفت انسپکٹر صاحب اگرو بکلچر۔
۹۔ ڈیرہ اسمٰعیل خاں۔	حافظ حسام الدین صاحب۔ امیر تبلیغی جماعت۔ محلہ بھاٹیہ۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے فضائل

(از جناب حاجی کمال الدین صاحب مدرس لاہور کارپوریشن)

نمبر ۴

(۱) وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّۗاءِ وَالضَّرَّۗاءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ

ترجمہ - اور دوڑو اس بخشش کی طرف جو تمہارے رب کی طرف سے ہے - اور دوڑو اس جنّت کی طرف جس کا پھیلاؤ سارے آسمان اور زمین ہیں جو تیار کی گئی ہے ایسے متقی لوگوں کے لئے جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں فراخی میں بھی اور تنگی میں بھی اور غصّہ کو ضبط کرنے والے اور لوگوں کی خطاؤں کو معاف کرنے والے ہیں - اور اللہ جل شانہٗ محبوب رکھتے ہیں احسان کرنے والوں کو۔

علماء نے لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے بنی اسرائیل کی اس بات پر رشک کیا تھا۔ کہ جب کوئی شخص ان میں سے گناہ کرتا تو اس کے دروازے پر وہ لکھا ہُوا ہوتا اور اس کا کفارہ بھی کہ فلاں کام اس گناہ کے کفارے میں کیا جائے۔ مثلاً ناک کاٹ دی جائے۔ کان کاٹ دیا جائے وغیرہ وغیرہ۔ ان حضرات کو اس پر رشک تھا کہ کفارہ ادا کرنے سے اس گناہ کے زائل ہو جانے کا یقین تھا۔ اور گناہ کی اہمیّت ان حضرات کی نگاہ میں اتنی سخت تھی کہ اس قسم کی سزاؤں کو بھی اس کے مقابلہ میں ہلکا اور قابلِ رشک سمجھتے تھے۔ ان حضرات کے جو واقعات حدیث کی کتابوں میں آتے ہیں۔ وہ واقعی ایسے ہی ہیں کہ بشریت سے کسی گناہ کے سرزد ہو جانے کے بعد اس کی ہیبت اور اہمیّت ان پر بہت زیادہ مسلّط ہو جاتی۔ مرد تو مرد تھے ہی۔ عورتوں میں بھی یہی جذبہ تھا۔ ایک عورت سے زنا صادر ہو گیا۔ خود حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہُوئیں۔ خود اعتراف جرم کیا اور گناہ سے پاک ہونے کے شوق میں اپنے آپ کو سنگسار ہونے کے لئے پیش کیا۔ اور سنگسار ہو گئیں۔ کیوں۔ اس لئے گناہ کی ہیبت ان کے دل میں اس مرنے سے بہت زیادہ تھی۔ نماز پڑھتے ہوئے حضرت ابو طلحہؓ کے دل میں اپنے باغ کا خیال گزر گیا۔ اس کو اللہ کے راستے میں صدقہ کر کے چین پڑی۔ محض اس غیرت میں کہ نماز میں دُنیا کی چیز کا خیال آگیا۔ ایسی چیز جو نماز میں اپنی طرف متوجہ کر لے اپنے پاس نہیں رکھی۔ ایک اور انصاری کے ساتھ بھی اسی قسم کا قصّہ گزرا کہ کھجوریں شباب پر آ رہی تھیں نماز میں اُن کا خیال آگیا۔ (کہ کیسی پک رہی ہیں) حضرت عثمانؓ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر باغ کا قصّہ ذکر کر کے اُن کے حوالہ کر دیا۔ جس کو انہوں نے پچاس ہزار میں فروخت کر کے اس کی قیمت دینی کاموں میں خرچ کر دی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک مشتبہ لقمہ ایک مرتبہ غلطی سے کھا لیا۔ بار بار پانی پی پی کر قے کی کہ وہ ناجائز لقمہ بدن کا جزو نہ بن جائے۔ ایسی حالت میں ان حضرات کو اگر اس پر رشک ہو کہ بنی اسرائیل کے گناہوں کا کفارہ ان کو معلوم ہو جاتا تھا اور اس سے گناہ زائل ہو جاتا تھا۔ تو بے محل نہیں۔ ہم نا اہلوں کا ذہن بھی یہاں تک نہیں پہنچتا۔ کہ گناہ اس قدر سخت چیز ہے۔ غرض اِن حضرات کے اس رشک پر اللہ جل شانہٗ نے اپنے لطف و کرم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت پر فضل و انعام کی وجہ سے یہ آیت شریفہ نازل فرمائی۔ کہ ایسے نیک کاموں کی طرف دوڑو جن سے اللہ کی مغفرت میسّر ہو جائے۔ حضرت سعید بن جبیرؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نیک اعمال کے ذریعہ سے اللہ کی مغفرت کی طرف سبقت کرو اور ایسی جنّت کی طرف جس کی وسعت اتنی ہے کہ ساتوں آسمان برابر برابر ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیئے جائیں جیسا کہ ایک کپڑا دوسرے کے برابر جوڑ دیا جاتا ہے اور اسی طرح ساتوں زمینیں ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دی جائیں تو جنّت کی وسعت ان کے برابر ہو گی۔ حضرت ابنِ عباسؓ کے غلام حضرت کریب فرماتے ہیں۔ کہ مجھے حضرت ابن عباسؓ نے تورات کے ایک عالم کے پاس بھیجا۔ اور ان کی کتابوں سے جنّت کی وسعت کا حال دریافت کیا انھوں نے موسیٰؑ کے صحیفے نکالے اور ان کو دیکھ کر بتایا۔ کہ جنت کی چوڑائی اتنی ہے کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دی جائیں تو اس کے برابر ہوں۔ یہ تو چوڑائی ہے اور اُسکی لمبائی کا حال اللہ ہی کو معلوم ہے۔ انسؓ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر میں حضورؐ نے فرمایا۔ لوگو ایسی جنت کی طرف بڑھو جسکی چوڑائی سارے آسمان اور زمین ہیں۔ عمیر بن حمام انصاریؓ نے تعجب سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ایسی جنت جسکی چوڑائی اتنی زیادہ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا بیشک۔ عمیرؓ نے عرض کیا واہ وا یا رسول اللہؐ خدا کی قسم میں اس میں داخل ہونے والوں میں ضرور ہونگا حضورؐ نے فرمایا۔ ہاں ہاں تم اس میں جانے والوں میں ہو۔ اس کے بعد عمیرؓ نے چند کھجوریں اونٹ کے بوجھ میں سے نکال کر کھانا شروع کیں (کہ لڑنے میں طاقت پیدا ہو) پھر کہنے لگے کہ ان کھجوروں کے کھا چکنے کا انتظار تو بڑی لمبی زندگی ہے - یہ کہہ کر انکو پھینک کر میدانِ جنگ کی طرف چل دیئے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے +

اس آیت شریفہ میں مومنین کی ایک خاص تعریف یہ بھی ذکر کی گئی ہے کہ غصّہ کو پینے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے - یہ بڑی اُونچی اور خاص صفت ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ جب تیرے بھائی سے لغزش ہو جائے تو تو اس کے لئے ستّر عذر پیدا کر اور پھر اپنے دل کو سمجھا کہ اس کے پاس اتنے عذر ہیں۔ اور جب تیرا دل اس کو قبول نہ کرے تو بجائے اس شخص کے اپنے دل کو ملامت کر کہ تجھ میں کس قدر سختی ہے کہ تیرا بھائی ستّر عذر کر رہا ہے اور تو ان کو قبول نہیں کرتا اور اگر تیرا بھائی کوئی عذر کرے تو اس کو قبول کر اس لئے کہ حضورؐ کا ارشاد ہے۔ کہ جس شخص کے پاس کوئی عذر کرے اور وہ قبول نہ کرے تو اس پر اتنا گناہ ہوتا ہے جتنا چنگی کے محرر کو۔ حضورؐ نے مومن کی یہ صفت بتائی ہے کہ جلدی غصّہ آجائے۔ اور جلدی ہی زائل ہو جائے - یہ نہیں فرمایا کہ غُصّہ نہ آتا ہو۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص ایسی حالت میں غُصّہ کو پی لے کہ اُس کو پورا کرنے پر قادر ہو تو حق تعالےٰ اس کو امن اور ایمان سے بھرپور کرتے ہیں۔ یعنی مجبوری کا نام صبر تو ہر جگہ ہوتا ہے۔ کمال یہ ہے کہ قدرت کے باوجود صبر کرے - ایک اور حدیث میں ہے کہ آدمی غُصّہ کا گھونٹ پی ڈالے۔ اس سے زیادہ پسندیدہ کوئی گھونٹ اللہ کے نزدیک نہیں ہے جو اس گھونٹ کو پی لے۔ حق تعالےٰ اس کے باطن کو ایمان سے بھر دیتے ہیں

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص قدرت کے با وجود غصّہ کو پی جائے اللہ تعالیٰ قیامت میں ساری مخلوق کے سامنے اُس کو بُلاکر فرمائیں گے کہ جس حور کو دل چاہے انتخاب کر لے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ بہادر وہ نہیں جو دوسرے کو پچھاڑ دے۔ بہادر وہ ہے جو غصّہ میں اپنے اوپر قابو پالے۔ حضرت علیؓ بن امام حسینؓ کی ایک باندی ان کو وضو کرا رہی تھی کہ لوٹا ہاتھ سے گرا جس سے اُن کا مُنہ زخمی ہو گیا۔ انہوں نے تیز نگاہ سے باندی کو دیکھا۔ وہ کہنے لگی اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ والکاظمین الغیظ۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ مَیں نے اپنا غصّہ پی لیا۔ اُس نے پھر پڑھا۔ والعافین عن الناس آپ نے فرمایا تجھے اللہ تعالےٰ معاف کرے۔ اُس نے پڑھا۔ واللّٰہُ یحب المحسنین۔ آپ نے فرمایا تو آزاد ہے۔ ایک مرتبہ ایک مہمان کے لئے ان کا غلام گرم گرم گوشت کا پیالہ بھرا ہُوا لا رہا تھا۔ وہ اُن کے چھوٹے بچے کے سر پہ گر گیا۔ وہ مر گیا۔ آپ نے غلام سے فرمایا کہ تو آزاد ہے۔ اور خود بچّے کی تجہیز و تکفین میں لگ گئے۔

(۲) إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝ سورۂ انفال رکوع ۱

ترجمہ۔ بس ایمان والے تو وہ لوگ ہوتے ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر آجائے تو (اس کی عظمت کے خیال سے) اُن کے دل ڈر جائیں۔ اور جب اللہ کی آیتیں اُن کے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ اُن کے ایمان کو زیادہ مضبوط کر دیتی ہیں۔ اور وہ لوگ اپنے رب ہی پر توکّل کرتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے اس میں سے (اللہ کے واسطے) خرچ کرتے ہیں۔ بس یہی ہیں سچے ایمان والے۔ ان کے لئے بڑے بڑے درجے ہیں۔ اُن کے رب کے پاس اور ان کے لئے مغفرت ہے۔ اور ان کے لئے عزّت کی روزی ہے۔

حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں کہ دل کا ڈر جانا ایسا ہوتا ہے جیسا کہ کھجور کے خشک پتوں میں آگ لگ جانا۔ اس کے بعد اپنے شاگرد شہر بن حوشب کو خطاب کر کے فرماتے ہیں۔ کہ اے شہر تم بدن کی کپکپی نہیں جانتے۔ اُنہوں نے عرض کیا جانتا ہوں۔ فرمایا اس وقت دُعا کیا کرو۔ اس وقت کی دُعا قبول ہوتی ہے۔ حضرت ثابت بنانی فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ میری کونسی دُعا قبول ہوئی اور کونسی نہیں ہُوئی۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ کس طرح معلوم ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ جس وقت میرے بدن پر کپکپی آجائے اور دل خوف زدہ ہو جائے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگیں اس وقت کی دُعا قبول ہوتی ہے۔ حضرت سدی فرماتے ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر آجانے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص کسی پر ظلم کا ارادہ کرے یا کسی اور گناہ کا قصد کرے اور اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو اس کے دل میں اللہ کا ڈر پیدا ہو جائے۔ حارث بن مالک انصاریؓ ایک صحابی ہیں۔ ایک مرتبہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا۔ حارث کیا حال ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ مَیں بیشک سچا مومن بن گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ سوچ کر کہو۔ کیا کہتے ہو۔ ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے (یعنی تم نے کس بات کی وجہ سے یہ طے کر لیا کہ مَیں سچا مومن بن گیا) عرض کیا کہ مَیں نے اپنے نفس کو دُنیا سے پھیر لیا۔ رات کو جاگتا ہوں دن کو پیاسا رہتا ہوں۔ (یعنی روزہ رکھتا ہوں) اور جنّت والوں کی آپس کی ملاقاتوں کا منظر میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ اور جہنم والوں کا شور وشغب اور واویلا کا نظارہ بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے (یعنی دوزخ جنّت کا تصوّر ہر وقت رہتا ہے) حضورؐ نے فرمایا۔ حارث بیشک تم نے دُنیا سے اپنے نفس کو پھیر لیا اس کو مضبوط پکڑے رہو۔ تین مرتبہ حضورؐ نے یہی فرمایا۔ ظاہر بات ہے کہ جس شخص کے سامنے ہر وقت دوزخ اور جنت کا منظر رہیگا وہ دُنیا میں کہاں پھنس سکتا ہے۔

(وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ) ۔ سورہ انفال رکوع ۸

ترجمہ۔ اور جو کچھ تم اللہ کے راستے میں خرچ کروگے اس کا ثواب تم کو پُورا پُورا دیا جائیگا۔ اور تم پر کسی قسم کا ظلم نہ کیا جائے گا۔

جن آیات اور احادیث میں ثواب بڑھاکر ملنے کا بیان ہے۔ وہ اس کے منافی نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان اعمال میں کسی قسم کی کمی نہ ہوگی۔ باقی ثواب کی مقدار کیا ہوگی۔ وہ موقع کی ضرورت خرچ کرنے والے کی نیّت اور حالات کے اعتبار سے جتنی بھی بڑھ جائے۔ یہ تو آخرت کے اعتبار سے ہے اور بسا اوقات دُنیا میں بھی اس کا پورا بدل ملتا ہے۔ جیسا کہ دوسری آیات اور احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

(۳) قُل لِّعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خِلَالٌ ۝

سورہ ابراہیم رکوع ۵ پارہ ۱۳

ترجمہ۔ جو میرے خاص ایمان والے بندے ہیں ان سے کہہ دیجئے۔ کہ وہ نماز کو قائم رکھیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق سے خرچ کرتے رہیں۔ پوشیدہ طور سے بھی اور علانیہ بھی ایسے دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ خرید فروخت ہوگی نہ دوستی ہوگی۔

پوشیدہ طور سے بھی اور علانیہ بھی یعنی جس وقت جس قسم کا صدقہ مناسب ہو کہ حالات کے اعتبار سے دونوں قسموں کی ضرورت ہوتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ مطلب یہ ہو کہ فرض صدقات بھی جن کا علانیہ ادا کرنا اولیٰ ہے اور نوافل بھی جن کا اخفا اولیٰ ہے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے خطبہ پڑھا۔ اس میں فرمایا۔ لوگو مرنے سے پہلے پہلے توبہ کر لو۔ (ایسا نہ ہو کہ موت آجائے اور توبہ رہ جائے) اور مشاغل کی کثرت سے پہلے پہلے نیک اعمال کر لو۔ (ایسا نہ ہو کہ پھر مشغلوں کی کثرت سے وقت نہ ملے) اور اپنا اور اپنے رب کا تعلق مضبوط کر لو۔ اس کی یاد کی کثرت کے ساتھ اور مخفی اور علانیہ صدقہ کی کثرت کے ذریعہ سے کہ اس کی وجہ سے تمہیں رزق بھی دیا جائے گا تمہاری مدد بھی ہوگی۔ تمہاری شکستہ حالی بھی دُور ہوگی۔ واقعی حضورؐ کا ارشاد بالکل ہی سچ ہے۔ اپنے رشتہ داروں کی ایک زندہ مثال پیش کرتا ہوں۔ کہ میرے سالے اور خسر کی حالت بہت خراب تھی۔ مالی حالت نہایت کمزور۔ طرح طرح کی پریشانیاں۔ یہاں تک کہ جو اولاد ہوتی فوت ہو جاتی۔ تین چار بچے ضائع ہو گئے۔ آخر انہیں نماز کی پابندی اور صدقہ کی تلقین کی گئی۔ اُنہوں نے خوب مضبوطی سے ان دونوں باتوں کو پکڑا۔ جن کی برکت سے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مولائے کریم نے حضورؐ کا فرمان ایسا سچّا کر دکھایا کہ اب ان کو رزق بھی خوب مل رہا ہے۔ خدا کی طرف سے مدد بھی خوب ہو رہی ہے اور ان کی شکستہ حالی بھی بالکل دُور ہو گئی۔ اولاد زندہ رہنے لگی اور بیٹے نے باپ کو حج بھی کرا دیا۔

(باقی باقی)

صدقات وزکوٰۃ کی حقیقت

(از جناب ایم عبدالرحمٰن صاحب لودھیانوی بی اے بی ٹی پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ)

(گزشتہ سے پیوستہ)

ارشاداتِ نبویؐ

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ اللہ کے لئے دینے سے مال کم نہیں ہوتا۔ صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا۔ صدقہ دو۔ صدقہ دینا گویا اللہ کو قرض دینا ہے۔

(۲) اللہ تعالےٰ صدقہ دینے والے کو اجرِ کریم بہت عطا فرماتا ہے۔ دنیا میں ایسے مومن مال کا فرق نہیں سمجھتے۔

(۳) جو کچھ دُنیا میں تم خرچ کرتے ہو۔ اللہ تعالےٰ اُس کا بدلہ دیتا ہے۔ جو بندہ صدقہ دینے کے واسطے ہاتھ بڑھاتا ہے پس وہ صدقہ سائل کے ہاتھ میں گرنے سے پہلے اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں پڑتا ہے۔

(۴) اللہ تعالےٰ صدقہ کو اپنے داہنیں ہاتھ میں لے کر پرورش کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے اُونٹ کے بچّہ کی پرورش کرتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک نوالہ اُحد پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔

(۵) صدقہ دینے والا دوزخ سے دُور کیا جائیگا

(۶) یہ کہ صدقہ جان اور مال کو پاک کرتا ہے

(۷) صدقہ کرنے والے سے اُس کا رب آخرت میں راضی ہوگا۔

(۸) مال کی برکت اُڑ جانے سے وہ بچا رہتا ہے۔

(۹) اللہ تعالےٰ اس کے رزق کو نہیں روکتا۔

(۱۰) اللہ تعالےٰ اُس کے مال میں کشائش کرتا ہے۔

(۱۱) اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ابنِ آدم خرچ کر مَیں تجھ پر خرچ کرونگا۔

(۱۲) جنّت پانے کا وعدہ حاصل کرتا ہے۔

(۱۳) آخرت میں نہ ڈر ہوگا اور نہ غم ہوگا۔

(۱۴) صدقہ اُس کے لئے دوزخ سے حجاب اور پردہ ہوگا۔ اے عائشہؓ آگ سے پردہ کر۔ اگرچہ ایک کھجور کے ٹکڑے کے ساتھ ہو۔

(۱۵) صدقہ نحوست کو دفع کرتا ہے۔ ہر دن میں ایک نحوست ہے تو صدقہ سے اس نحوست کو دُور کر۔

(۱۶) صدقہ بُرائی کے ستّر دروازوں کو بند کرتا ہے۔

(۱۷) صدقہ بیماری کی دوا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اپنے مالوں کی حفاظت زکوٰۃ ادا کرنے سے دور کرو اور اپنے بیماروں کی دوا صدقہ دینے سے کرو۔ بلاؤں کے امواج کو دُعا سے اور گڑگڑا کر دور کرو۔

(۱۸) صدقہ دینے سے بلا بڑھ نہیں سکتی۔ صدقہ ردِّ بلا مشہور ہے۔

(۱۹) صدقہ اللہ تعالےٰ کے غضب کو بُجھا دیتا ہے۔ یہ کہ بُری موت کو روکتا ہے۔ بُرے خاتمہ سے بچاتا ہے۔ ناشکری اور بے صبری میں مبتلا ہونے سے بچاتا ہے۔ جیسے فقیری، فاقہ، سخت بیماری یا ایسی موت جس سے رسول کریمؐ نے پناہ مانگی ہے۔

(۲۰) صدقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ صدقہ خطاؤں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بُجھا دیتا ہے

(۲۱) صدقہ عمر کو بڑھاتا ہے۔

(۲۲) اللہ تعالےٰ صدقہ کے سبب کبر اور فخر دُور کرتا ہے۔

(۲۳) صدقہ قبر کی گرمی دُور کرتا ہے اور قیامت کے روز مومن اپنے صدقہ کے سایہ میں بیٹھے گا۔

(۲۴) صدقہ دوزخ کی آگ کا بچاؤ ہے۔ صدقہ دو۔ کیونکہ صدقہ تمہارے لئے آگ سے نجات کا باعث ہوگا۔

(۲۵) صدقہ میزان کو بھاری کرنے اور بخشش حاصل کرنے کا موجب ہے۔

(۲۶) یہ کہ صدقہ دیگر اعمال پر فخر کرتا ہے صدقہ کہتا ہے۔ مَیں سب سے افضل ہوں۔

(۲۷) صدقہ ستّر شیطانوں کی گلہ شکنی کرتا ہے۔

(۲۸) صدقہ دینے والا شیطان کی تابعداری اور اس کے دوستوں سے باہر نکل جاتا ہے۔

(۲۹) یہ کہ وہ وہ شیطان کے دُشمنوں میں ہو جاتا ہے۔

(۳۰) یہ کہ شیطان کے دو ٹکڑے کر دیتا ہے۔

(۳۱) یہ کہ جنّت کے وارثوں میں سے ہو جاتا ہے۔

(۳۲) یہ کہ صدقہ کے ذریعہ انسان اپنے نفس کو چالیس دن تک شیطان سے بچاتا ہے۔

(۳۳) سخی حبیب اللہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کو جاہل سخی عابد بخیل کی نسبت بہت پیارا ہوتا ہے۔ سخی دُنیا کی محبت کو چھوڑ دیتا ہے۔ دُنیا کی محبت تمام بُرائیوں کی جڑ ہے۔

(۳۴) صدقہ دینے والا سخاوت کے درخت کی شاخ پکڑتا ہے۔

(۳۵) وہ بخل کے درخت کی شاخ کو چھوڑ دیتا ہے۔

(۳۶) سخی اللہ کے قریب ہوتا ہے۔ اور جنّت کے قریب اور لوگوں کے قریب اور آگ سے دُور ہوتا ہے اور بخیل اللہ، جنّت اور لوگوں سے دُور ہوتا ہے اور آگ کے نزدیک ہوتا ہے۔

(۳۷) سخی حاجیوں۔ شہیدوں اور عالموں سے پہلے جنّت میں جائیں گے۔

(۳۸) فرشتہ ہر روز صدقہ کا بدلہ دینے کے لئے دُعا کرتا ہے۔

(۳۹) فرشتہ مُمسک اور بخیل کے لئے بددُعا کرتا ہے۔ کہ اس کے مال کو تباہ کر۔

(۴۰) فرشتے بھی سخی کا چرچا اور بخیل کی فضیحت کرتے ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ سخی کا بول بالا اور شوم کا مُنہ کالا۔

(۴۱) جو کوئی چیزوں میں سے کسی چیز کا جوڑا اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ کرے تو اُس کو جنّت کے دروازوں سے بلایا جائیگا۔ جنّت کے سارے دربان اس کا استقبال کریں گے۔ اور اُس کو پکاریں گے اُس چیز کی طرف جو اُن کے پاس ہے۔

(۴۲) جو لوگوں کو ثواب کی نیّت سے دیا جاتا ہے۔ وہی باقی رہتا ہے اور جو گھر میں رہتا ہے وہ فانی ہے۔

(۴۳) صدقہ دینے والے ایمانداروں، متقیوں، متوکلوں اور عبادالرحمٰن کے زمرہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔

(۴۴) مسلمانوں کو اللہ تعالےٰ جان اور مال کے حاصل کرنے کو آزماتا ہے۔ جہاد میں جان اور مال دونوں کا نقصان ہوتا ہے۔ بیماری میں جان کا۔ زکوٰۃ و صدقہ میں مال کا۔

اللہ تعالےٰ نے جو مال ہم کو بخشا ہے۔ یہ محض عنایت وفضل ربّی ہے۔ اور اللہ عزّ وجل نے ان میں سے خرچ کرنے کا جو حکم صدقہ واجبہ اور نفلیہ کا دیا ہے وہ ہمارے ہی فائدے اور نفع کے لئے ہے۔ بخل مال کی تباہی

کا سبب ہوتا ہے۔

(۷۵) صدقہ دی ہوئی چیز کو واپس نہیں لینا چاہئے۔ یہ فعل ایسا ہے جیسے قے کرکے چاٹنے والا۔

احسان کے کام بُری ہلاکتوں سے بچاتے ہیں۔ اور پوشیدہ خیرات کرنا اللہ تعالےٰ کے غصّہ کو بجھاتا ہے۔ اور اہلِ قرابت سے سلوک کرنا عمر کو بڑھاتا ہے۔

سائل کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار ہوکر سوال کرے۔ اس کو بھی دینا چاہئے۔ کیونکہ ایسا شخص بظاہر کسی مجبوری سے سوال کرے گا۔ یہ خیال نہ کرے۔ کہ اس کے پاس تو گھوڑا ہے سو یہ کیسے محتاج ہوسکتا ہے۔ پھر ہم اس کو کیوں دیں۔

اللہ تعالےٰ کریم ہے کرم کو پسند کرتا ہے۔ اور عالی اخلاق کو دوست رکھتا ہے۔ یعنی نیک کاموں کو جیسے خیرات کرنا۔ یا دوسرے کی خاطر اپنی ذات پر تکلیف برداشت کرنا۔ اور وہ دینی امور میں پست ہمتی کو ناپسند کرتا ہے۔

اللہ تعالےٰ کے خاص بندے ہیں جن کو اس نے لوگوں کی حاجتوں کے پورا کرنے کے لئے خاص کیا ہے۔ لوگ اپنی حاجتوں سے مجبور ہوکر اُن کے پاس جاتے ہیں اور حق جلّ شانہٗ نے ان حضرات کو لوگوں کی نفع رسانی کے لئے منتخب فرما لیا ہے۔ یہ لوگ حاجتوں کو پورا کرنے والے اور اللہ کے عذاب سے امن پانے والے ہیں۔

جو لوگ دل کے پختہ ہیں اور صبر کی اُن میں پوری قوت ہے تو وہ جس قدر چاہیں نیک کاموں میں صرف کریں۔ کیونکہ وُہ تکلیف سے پریشان نہیں ہوتے۔ اور جن کا دل کمزور ہے صبر کی طاقت اُن میں کم ہے تو ایسے لوگوں کو ضروری موقعوں پر جیسے زکوٰۃ، صدقہ فطر، قربانی اور مروّت کے موقعوں پر صرف کریں۔

ایک سائل ایک عورت کے پاس اس حالت میں آیا۔ کہ اس عورت کے مُنہ میں لقمہ تھا۔ سو اُس عورت نے وہ لقمہ مُنہ سے نکالا۔ اور اس سائل کو دے دیا۔ اس کے پاس دینے کے لئے سوائے اس لقمہ کے اور کچھ نہ تھا۔ پھر تھوڑی ہی مُدّت بعد ایک لڑکا اس عورت کے پیدا ہُوا۔ پھر جب وُہ لڑکا کچھ بڑا ہُوا۔ ایک بھیڑیا آیا اور اُس کو اُٹھا کر لے گیا۔ پس وہ عورت دوڑتی ہُوئی نکلی بھیڑیے کے پیچھے یہ کہتی ہُوئی میرا بیٹا، میرا بیٹا۔ اللہ تعالےٰ نے ایک فرشتہ کو حکم فرمایا کہ بھیڑیے کے پاس جاؤ اور لڑکے کو اس کے مُنہ سے چھڑالے۔ اللہ تعالےٰ نے فرشتہ سے کہا کہ اُس کی ماں سے کہو کہ اللہ تجھ کو سلام فرماتا ہے اور یہ لقمہ اس لقمے کا بدلہ ہے۔ دیکھو صدقہ کی یہ برکت ہوئی کہ لڑکا جان سے بچ گیا اور ثواب بھی ہُوا۔ صدقہ کیا کرو تاکہ دین دُنیا میں چین سے رہو۔

حضرت زینبؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا کہ تم صدقہ دیا کرو۔ خواہ اپنے زیورات ہی میں سے کیوں نہ ہو۔ کیونکہ قیامت کے روز تم سب سے زیادہ دوزخ میں داخل ہوگی۔

نیکی کی جگہ بتلانے والا ثواب میں مثل نیکی کرنے والے کے ہوتا ہے یعنی جو شخص خود سلوک نہ کرے مگر اہل ضرورت کو ایسی جگہ کا پتہ بتلا دے یا اس کی سفارش کردے۔ جہاں اس کا کام ہوجائے تو اس بتلانے والے کو مثل اس نیکی کرنیوالے کے برابر ثواب ملے گا۔ جو خود اپنی ذات سے کسی کی مدد کرے۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا۔ صبح کے وقت جب لوگ بیدار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی جانب سے دو فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ دُعا مانگتا ہے کہ خرچ کرنے والے کو اور عطا فرما۔ دوسرا کہتا ہے اے خدا بخیل کا مال تباہ کردے۔

سخاوت بود کار صاحب دلاں
سخاوت بود پیشۂ مُقبلاں
سخاوت مس عیب را کیمیاست
سخاوت ہمہ دردہا را دواست
مشو تاتواں از سخاوت بری
کہ گوئے بہی از سخاوت بری

بخیل ار بود زاہد بحر و بر
بہشتی نباشد بحکم خبر
بخیل ارچہ باشد توانگر بمال
بخواری چو مفلس خورد گوشمال
سخیاں ز اموال بر میخورند
بخیلاں غم سیم و زر میخورند (کیمیا)

کرم مایۂ شادمانی بُود
کرم حاصل زندگانی بُود
دل عالمے از کرم تازہ دار
جہاں را ز بخشش پُر آوازہ دار

ہمہ وقت شو در کرم مستقیم
کہ ہست آفرینندۂ جاں کریم
(کیمیا)

صدقۂ جاریہ ۔ ہر انسان کے عمل اُس کی موت سے ختم ہوجاتے ہیں لیکن صدقہ جاریہ کا ثواب قیامت تک باقی رہتا ہے۔ مثلاً کسی شخص نے اپنے بیٹے کو قرآن کا حافظ بنایا ہو یا علم دین پڑھوایا ہو۔ تو جب تک اس کی تعلیم کا سلسلہ جاری رہے گا اس شخص کے اعمالنامہ میں اس کا ثواب درج ہوتا رہے گا۔

اسی طرح اگر کسی شخص نے کوئی کنواں۔ نہر۔ سرائے۔ مسجد۔ ہسپتال۔ دینی کتاب مدرسہ دینیات۔ یتیم خانہ وغیرہ دیگر رفاہ عامہ کے کاموں میں حصّہ لیا ہو تو یہ بھی صدقہ میں شمار ہوگا۔ (حدیث)

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

ہفتہ وار خبریں

—— سرگودھا۔ ۱۳ر جنوری۔ آج کل میونسپل کمیٹی جن دو اہم مسائل سے دو چار ہے۔ وہ شہر کی طوائفوں اور بیڑی والوں کو متبادل جگہ مہیا کرنا ہے۔ چکلے کی موجودہ صورت حال شہریوں کے لئے تکلیف دہ ہو گئی ہے۔ کچھ عرصہ پیشتر بلدیہ شہر نے تمام طوائفوں کو اس امر کے نوٹس دیئے تھے کہ وہ اپنا کاروبار شہر سے کہیں باہر منتقل کر لیں۔ مگر ان کی ضلعی احکام سے رسائی کی وجہ سے معاملہ ٹل گیا ہے۔

—— کراچی ۱۷ر جنوری۔ مرکزی حکومت نے آج ایک اعلان میں مغربی اور مشرقی پاکستان کے لئے درآمدی گندم اور چاول کی نئی قیمتیں مقرر کر دی ہیں۔ تازہ صورت حال مظہر ہے۔ کہ صوبائی حکومت ان قیمتوں کو تسلیم نہیں کرتی اور اس ضمن میں حتمی فیصلہ غذائی کانفرنس میں ہوگا۔ جو عنقریب لاہور میں ہو رہی ہے۔

کراچی ۱۶ر جنوری۔ آج حفاظتی کونسل میں پاکستان کی جانب سے کشمیر کا مسئلہ دوبارہ پیش کر دیا گیا۔ افتتاحی تقریر میں پاکستانی وزیر خارجہ نے کہا کہ بھارتی حکومت ۲۶ر جنوری ۱۹۵۷ء کو

باقی بر صفحہ ۱۷

بقیہ- حدیث نبوی صفحہ ۱۰ سے آگے

(۷) اس حدیث کا قرآن سے کیا تعلق ہے۔ کیا کسی قرآنی حکم سے متعارض تو نہیں ہوتی؟

(۸) کسی مشہور مسئلہ کے متعلق کوئی حدیث صرف ایک ہی آدمی سے کیوں مروی ہے۔ زیادہ انسانوں نے اسے کیوں روایت نہیں کیا۔

(۹) اس بات کا اندازہ کرنا کہ امتداد زمانہ اور مختلف راویوں کے طریقہ اظہار نے روایت میں کیا کیا اور کس کس قسم کے تغیرات پیدا کر دیئے ہیں اور کیا یہ تغیرات حدیث کے نفس مضمون کی صحت پر اثر انداز تو نہیں ہوتے اور اصل مطلب کو خبط تو نہیں کرتے؟

غرض حدیثوں کی تدوین میں ان اصولوں سے کام لیا گیا تھا۔ اور اس کے جامعین نے حدیثوں کو حاصل کرنے کے لئے طول طویل سفر کئے۔ محنت شاقہ اُٹھائی۔ ہر ایک قسم کی صعوبتیں برداشت کیں۔ اور اس بیش قیمت مجموعہ کو مرتب کرنے کے لئے جو اہتمام کیا گیا اور جس عرقریزی سے کام لیا گیا۔ اس کی تاریخ انسانی میں کوئی مثال نہیں پیش کی جا سکتی اور اس متاع عزیز کے حاصل کرنے کے لئے جس قدر جدّ و جہد کی گئی وہ ہمارے علمائے کرام و ارباب دانش کی کوششوں اور کاوشوں کا سُنہری باب ہے۔ بلاشبہ حدیثوں کا یہ ذخیرہ ہماری سب سے قیمتی متاع ہے۔ ان کی صحت یا عدم صحت کو پرکھنے کے لئے تحقیق و تدقیق کا دروازہ آج بھی کھُلا ہے۔ لیکن یہ کہاں کی عقلمندی ہے۔ کہ جو مواد اس محنت شاقہ اور عرقریزی سے جمع کیا گیا ہو۔ اس کو محض چند ایک وہمی اور فرضی دلائل کے بل بوتے پر رد کر دیا جائے۔ ع

بریں عقل و دانش ببائد گریست

رہا نسخ کا سوال تو اس سے انکار نہیں۔ لیکن حدیث کی منسوخات بہت قلیل اور گنی ہوئی ہیں۔ یہ منسوخات ابن جوزیؒ کی تحقیق میں اکیس۔ امام ابن تیمیہؒ کے نزدیک دس اور علّامہ ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ اس سے بھی کم منسوخات ہیں۔ تو پھر بتایئے کہ کس بنا پر تمام حدیثوں کو منسوخ یا مرجوح قرار دے کر یکقلم ان کی صحت سے انکار کر دیا جائے۔

اعتراض ۲ :۔ صحیح حدیثوں میں بھی یہ تفریق کیسے کی جائے کہ حضورؐ نے فلاں کام بشری حیثیت سے کیا تھا۔ اور ان کا فلاں ارشاد دینی حیثیت رکھتا تھا؟

جواب۔ اعتراض ۱ کے جواب میں اس کی پوری تشریح کی جا چکی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول و فعل اُمّت کے لئے گنجینہ مراد ہے۔ اور حضورؐ کے معمولی سے معمولی حکم کی بھی اگر بلفظہٖ پیروی کی جائے۔ تو مسلمانوں کے لئے موجب فلاح اور باعثِ سعادتِ دارین ہے مگر زیادہ توجہ ان حدیثوں کی تنقید اور نشر و اشاعت پر مبذول کی جائے۔ جن سے عبادات۔ اصولِ اخلاق اور تمام ایسے معاملات کے مسائل مستنبط ہیں۔ جو مذہبیت سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔

حضرت عمرؓ بھی حدیث نبویؐ کی تفحص اور جستجو میں بھی یہی فرق مراتب ملحوظ رکھتے تھے۔ اس میں ایک بڑا نقطہ یہ تھا کہ آنحضرتؐ کے اقوال و افعال جو منصب رسالت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور جو بشری حیثیت سے ہیں باہم خلط ملط نہ ہو جائیں۔ چنانچہ شاہ ولی اللہؒ صاحب لکھتے ہیں۔ " باستقراء تام معلوم شد کہ فاروق اعظم نظر دقیق و تفریق میان احادیث کہ بہ تبلیغ شرائع و تکمیل افراد بشر تعلق دارد از غیر آں معروف می ساخت، لہٰذا احادیث شمائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و احادیث سنن زوائد در لباس و عادات کمتر روایت می کرد

(ازالۃ الخفا حصّہ دوم صفحہ ۱۴۱)

عبداللہ بن مسعود کا قول ہے کہ اگر تمام عرب کا علم ایک پلّہ میں رکھا جائے اور عمرؓ کا علم دوسرے پلّہ میں تو عمرؓ کا پلہ یقیناً بھاری رہے گا۔ اس لئے سنت رسول اللہ کو اُنھوں نے جس طریقہ سے متعیّن کیا ان کو اس کا پُورا حق حاصل تھا۔ اور چودہ صدیاں گزر چکی ہیں اور آج تک (سوائے ایک مخصوص فرقہ کے) کسی کو ان کے اس حق کو چیلنج کرنے کی جُرأت نہیں ہوئی۔ امید ہے معترض صاحب کو حضرت عمرؓ کے اس حق کو تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ باقی آئندہ

ہفتہ وار خبریں

صفحہ ۱۶ سے آگے :۔

جموں کشمیر کی ریاست کو بھارت میں ضم کرنے کے اقدامات کر رہی ہے۔ بھارتی حکومت کا یہ اقدام اقوام متحدہ کی قراردادوں اور فیصلوں کے قطعاً خلاف ہے۔

—— ملتان۔ ۱۷ر جنوری۔ ضلع ملتان کے مختلف علاقوں سے گزشتہ ہفتہ آدھی درجن افراد سردی سے جان بحق ہو گئے۔

—— راولپنڈی کشمیر پولیٹکل کانفرنس کے قائم مقام صدر نے وزیر اعظم چین کو ایک یاد داشت بھیجی ہے۔ جس میں انہوں نے چین کے وزیر اعظم سے کہا ہے کہ وہ امن اور انسانیت کے نام پر بھارتی وزیر اعظم کو کشمیر کے نو سالہ پرانے تصفیہ طلب مسئلہ سے عالمی امن کے لاحق خطرے کا احساس دلائیں۔

—— کراچی ۱۸ر جنوری۔ آج یہاں اعلان کیا گیا ہے کہ قومی اسمبلی کے اجلاس میں بجٹ کے بعد پاکستان کی خارجہ پالیسی پر دو دن بحث ہوگی۔

—— راولپنڈی۔ ۱۹ر جنوری۔ مقبوضہ کشمیر سے ایک باوثوق ذرائع نے اطلاع دی ہے کہ مقبوضہ کشمیر کے سابق وزیراعظم شیخ محمد عبداللہ کو مسلح بھارتی فوج کی نگرانی میں کدسب جیل سے جموں سے سو میل دور گجیت قلعہ پہنچا دیا گیا ہے۔ جو انتہائی وحشتناک جگہ پر واقع ہے۔ جس کے تین طرف بھیانک پہاڑیوں کی بلند چوٹیاں ہیں اور ایک طرف چناب بہتا ہے۔

—— عمان ۱۳ر جنوری۔ اقوام متحدہ کے فوجی مبصروں نے اردن کی سرحدوں پہ اسرائیل کے حملوں کے خلاف اردن کی شکایت کی تحقیقات شروع کر دی ہے۔ یہ تحقیقات اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کی ہدایات کے مطابق کی جا رہی ہے۔

—— الجزائر ۱۳ر جنوری۔ گزشتہ روز یہاں فرانسیسیوں اور حریت پسندوں کے درمیان جھڑپوں میں ۴۰ حریت پسند شہید ہو گئے۔

—— سنگاپور۔ اسٹریلین ٹائمز نے اپنے ایک اداریہ میں کشمیر کے معاملہ میں اقوام متحدہ کی بے عملی پر تنقید کی ہے۔ اخبار مذکور لکھتا ہے کہ کشمیر کے معاملہ سے اقوام متحدہ کی قوت کی بجائے کمزوری ظاہر ہوتی ہے۔

—— عدن ۱۴ر جنوری۔ مغربی عدن کے زیر نگرانی علاقوں پر جارحانہ حملے کرنے والے یمنی حملہ آوروں کو روکنے کے لئے عدن کی فوجوں کو برطانوی فوجیں بھی مدد دے رہی ہیں۔

—— بیت المقدس ۱۵ر جنوری۔ اسرائیلی وزارت خارجہ کے ترجمان نے کل رات اعلان کیا ہے۔ کہ حکومت اسرائیل نے صحرائے سینا کے جنوب میں اپنی فوجوں کو مصری سرحد سے واپس ہونے کا حکم دیا ہے۔

بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۸ سے آگے:-

ہیں۔ اگر اس کو اس کا پتہ ہے۔ تو وہ ہرگز نہ پیئے گا۔ ظرف پلید ہو اور مضروب پاک تو آپ قبول نہیں کرتے دودھ مضروب ہے اور وہ پاک ہے۔ پیالہ ظرف ہے اور وہ ناپاک ہے۔ اللہ تعالیٰ حرام خور کی دعا کو کس طرح قبول فرمائے دعا کے کلمات تو پاک ہیں۔ مگر جس ظرف (زبان) سے ادا ہو رہے ہیں۔ وہ ناپاک ہے۔ اس لیئے اللہ تعالےٰ دُعا قبول نہیں فرماتے اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ملاحظہ ہو

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا (الحدیث) (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ نہیں قبول کرتا مگر پاک چیز کو۔

صحت روحانی گناہوں سے بگڑتی ہے۔ اطبائے یونان جب اپنی ادویات کی فہرست شائع کرتے ہیں تو اس کے ٹائیٹل پیج پر لکھا کرتے ہیں لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ (ہر مرض کی دوا (موجود) ہے) جس طرح امراض جسمانی میں موت کے سوا ہر مرض کا علاج ہے۔ اسی طرح صحت روحانی بگڑ جائے تو اس کا بھی علاج ہے۔ بشرطیکہ مسخ نہ ہو گیا ہو۔ مسخ ہونا یہ روحانی موت ہے۔ جسمانی امراض کے معالج اطبا اور ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہیں۔ روحانی امراض کے معالج اولیاء کرام ہوتے ہیں۔ بادشاہوں کے ساتھ ہر وقت ڈاکٹر رہتے ہیں۔ بڑے آدمیوں کے فیملی ڈاکٹر ہوتے ہیں۔ وہ ہر چیز اس کے مشورہ سے کھاتے ہیں اس لیئے ان کی جسمانی صحت ٹھیک رہتی ہے۔ اسی طرح شیخ کامل کی صحبت میں روحانی صحت کے بگاڑ کا پتہ لگتا ہے۔ میرے دادا پیر اور آپ کے پڑدادا پیر حافظ محمد صدیق صاحبؒ بھر چونڈی شریف کے ہاں دنیا داروں اور تربیت یافتہ جماعت کے نذرانے علیحدہ رکھے جاتے تھے تربیت یافتہ جماعت کے نذرانے تھوڑے ہوتے تھے۔ یہ اللہ اللہ کرنے والی جماعت کو کھلاتے تھے۔ ان کو جو کچھ کھانے کو ملتا تھا اس کو وہ تارے پلاؤ کہا کرتے تھے۔ یعنی وہ بھات اتنا پتلا ہوتا تھا۔ کہ رات کو اس میں سے ستارے نظر آتے تھے۔ دنیا داروں کے نذرانے جمع رہتے تھے۔ ان کو اس میں سے کھلاتے تھے۔ ان کو چاولوں پر شکر اور گھی ڈال کر بھی دیا جاتا تھا۔ لانگری کو حکم تھا۔ کہ انگلیوں کو اگر کھانڈ لگی ہوئی ہو تو وہ اُن کو دھو ڈالے۔ چاٹنے کی اجازت نہ تھی۔ جماعت کے کسی آدمی کو ان کا بچا ہوا کھانا بھی کھانے کی اجازت نہ تھی۔ وہ بھنگیوں کو دیا جاتا تھا۔ حضرت دین پوریؒ کے ہاں بھی یہی حال تھا دس سیر چاول میں ایک من پانی ڈالا جاتا تھا۔ پھر اس میں نمک بھی نہ ہوتا تھا۔ وہ بھی صرف ایک پیالہ ملتا تھا۔ ایک پیالہ پینے کے دو تین گھنٹہ بعد پیشاب آیا اور طبیعت بالکل صاف ہو گئی۔ اٹھ کر تہجد شروع کر دی۔

شیخ کامل روحانی ڈاکٹر ہوتا ہے۔ روحانیت میں بھی قبض اور بسط ہوتی ہے۔ شیخ کامل کے سامنے آنے سے ہی بعض اوقات قبض دور ہو جاتی ہے اور طبیعت میں انشراح پیدا ہو جاتا ہے۔ قبض یہ ہے کہ عبادت میں لذت نہیں رہتی۔ جب یہ حالت دور ہو جائے۔ اور عبادت میں لذت آنے لگے تو اس کو بسط کہتے ہیں۔ صحت روحانی کے بگڑنے کے کئی سبب ہوتے ہیں۔ مثلاً حرام کھانا کسی پر بیجا تشدد اور ظلم وغیرہ۔ شیخ کامل امراض روحانی کی تشخیص بھی کرتے ہیں اور وہ بگڑی ہوئی روحانی صحت کو درست کرنے کا طریقہ بھی بتلاتے ہیں۔

میرے پاس بعض احباب اپنی خصوصی تربیت کے لیئے آتے ہیں۔ ان کو میں بازار کا گھی۔ گوشت اور گوجروں کا دودھ چھڑوا دیا کرتا ہوں۔ بلکہ ان کو کہا کرتا ہوں کہ ہر وقت باوضو رہو اور روٹی خود پکا کر کھاؤ۔ آٹا میں لا دوں گا ایک دفعہ ایک مولوی صاحب رمضان شریف میں آئے تھے۔ میں نے ان کو ایک شہد کی بوتل دے دی اور کہا کہ اس سے ہی روٹی کھایئے۔ انھوں نے سارا رمضان اسی سے روٹی کھائی۔ ایک دن میرا دل چاہا کہ آج ان کو خربوزہ کھلائیں۔ میں خود خربوزہ لینے کے لیئے بازار گیا۔ اکثر دکانوں پر خربوزے گندے تھے۔ آپ گندے ان کو کہتے ہیں جو بظاہر گلے سڑے ہوں۔ میں ان کو گندہ کہتا ہوں۔ جو روحانی لحاظ سے گلے سڑے ہوں۔ بلآخر ایک دکان سے ایک خربوزہ مل گیا جو میں نے لا کر ان کو دے دیا۔ بددیانتی حرام خوری اور ظلم و تشدد کے باعث بے دینی عام ہے۔ روحانی صحت بگڑ جائے تو توبہ کرنے سے سنبھل جاتی ہے۔ اس کے متعلق حضورؐ فرماتے ہیں

عن بلال بن یسار بن زید مولی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال حدثنی ابی عن جدی انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من قال استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ غفر لہ وان کان قد فر من الزحف۔ (رواہ الترمذی و ابو داؤد)

ترجمہ بلال بن یسار بن زید کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے۔ اور ان سے بیان کیا ان کے والد نے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم و اتوب الیہ کہے بخش دیئے جاتے ہیں اس کے گناہ اگرچہ وہ بھاگا ہو جہاد سے

حضورؐ کو روحانی صحت کے بگڑنے کا علم تھا۔ اس لیئے اس حدیث میں اس کا علاج بیان فرما دیا۔ دوسرا ارشاد ملاحظہ ہو۔

عن عبد اللہ ابن مسعود رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ (رواہ ابن ماجہ والبیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ۔ عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ گناہ سے توبہ کرنے والا شخص ایسا پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ جیسا کبھی اس نے گناہ ہی نہیں کیا۔

جس پر ہر وقت ڈاکٹر مسلط ہوا اس کی جسمانی صحت عموماً نہیں بگڑتی۔ روحانی صحت میں بھی یہی ہوتا ہے۔ جو شیخ کامل کی صحبت میں رہتے ہیں جو وہ کھلائیں وہ کھائیں۔ جن چیزوں سے منع کریں ان سے پرہیز کریں۔ ان کی روحانی صحت نہیں بگڑتی۔ حضرت دین پوریؒ کے بعض خدام ان سے دور نہیں جاتے تھے۔ کیونکہ دور جانے سے ان کی روحانی صحت بگڑ جاتی تھی۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اپنی روحانی صحت کے درست رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اگر کبھی بگڑ جائے تو توبہ و استغفار سے اس کو بحال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ گناہوں پر اصرار سے بچائے۔ آمین یا الہ العالمین

بچوں کا صفحہ

قربانی

(از جناب مولوی فضل الٰہی صاحب لاہور)

پیارے بچو! ہم جب کوئی چیز حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہمیں اس کے لئے پیسے خرچ کرنے پڑتے ہیں یا اپنا وقت صرف کرنا پڑتا ہے۔ یہ پیسے یا وقت کا خرچ کرنا بھی ایک قسم کی قربانی ہے۔ یا بعض دفعہ ہم خود تھوڑا بہت نقصان اُٹھا کر دوسروں کی مدد کرتے ہیں تو اسے دوسروں کی خاطر قربانی کرنا کہتے ہیں۔ سو معلوم ہوا کہ قربانیاں کئی قسم کی ہیں۔ سب سے بڑی قربانی جان کی قربانی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے راستے میں۔ خدا کے احکام بجا لاتے ہوئے اگر ہمیں جان کا خطرہ بھی ہو تو اس کی پروا نہ کریں۔ بلکہ اس ذات کی رضامندی کا خیال رکھیں جس نے ہمیں یہ جان عطا کی۔ جو لوگ سب سے زیادہ خدا کے فرمانبردار اور اس کی رضا کے طالب ہوتے ہیں اور جنہیں لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ وہ نبی کہلاتے ہیں۔ ان لوگوں پہ طرح طرح کی مصیبتیں آتی ہیں۔ مگر وہ ہر مصیبت کو نہایت خوشی سے جھیلتے ہیں۔ کہنے کو تو ہم بھی خدا کو دُنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز اور پیارا سمجھتے ہیں۔ مگر یہ لوگ صرف زبان سے نہیں کہتے کہ ہمیں خدا زیادہ عزیز ہے بلکہ اپنے عمل سے بھی خدا کی محبت کا پُورا پُورا ثبوت دیتے ہیں حتّٰی کہ اپنی جان تک کی پرواہ تک نہیں کرتے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جس نے جان دی اسی کے رستے میں کام آئی تو اس سے بڑھ کر کونسی سعادت ہو سکتی ہے۔ اور یہ جان کی نذر خدا کی درگاہ میں پیش کرنا ان کے نزدیک کوئی مشکل بات نہیں۔

چنانچہ ایک نبی کی قربانی کا حال جو نہایت دلچسپ ہے مختصر الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے۔ یہ نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ آپ نے ایک دن خواب میں دیکھا۔ کہ میں اپنے بیٹے اسماعیل کو ذبح کر رہا ہوں۔ نبیوں کے خواب چونکہ بالکل سچے ہوتے ہیں۔ اس لئے آپ نے یہی سمجھا۔ کہ خدا نے بیٹے کی قربانی مانگی ہے۔ آپ جھٹ اس کام کے لئے تیار ہو گئے خیال آیا کہ ذرا بیٹے سے بھی بات چیت کر لیں وہ کیا کہتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ میرے ارادے میں کسی قسم کا خلل ڈالے چنانچہ آپ نے جب خواب کا حال سُنایا تو سعادت مند بیٹا پکار اُٹھا۔ ابا جان دیر کاہے کو کرتے ہو۔ جب خدا کا حکم ہے تو پھر پوچھ گچھ کی کیا ضرورت ہے میں ہر طرح حاضر ہوں۔ اور انشاء اللہ آپ مجھے صابر و شاکر پائیں گے۔

باپ کو اس جواب پر بہت خوشی ہوئی اس کے بعد باپ نے ایک چھری بغل میں دبائی اور بیٹے کو لے کر شہر سے باہر کھلے میدان کی طرف چل دیئے۔ ماں کا حوصلہ دیکھو کہ اُس نے بھی اپنے جگر کے ٹکڑے کو اپنے ہاتھوں سے رخصت کر دیا۔ اور ذرا پس و پیش نہ کیا۔ رستے میں شیطان نے بہتیرا ورغلایا۔ مگر خدا کے خاص بندے شیطان کے دام فریب میں نہیں پھنسا کرتے۔ وہ تو ہم ہی ہیں کہ جونہی شیطان نے چکنی چپڑی باتیں کان میں کہیں، جھٹ اسی کے پیچھے ہو لئے۔

خیر تو جب میدان میں پہنچے تو بیٹے کو باپ نے زمین پر لٹا دیا۔ اور لگے آستین چڑھانے۔ بیٹے نے کہا۔ ابا جان ذرا اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لیجئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے دیکھ کر آپ کو رحم آنے لگے۔ اور اس نیک کام میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو۔ باپ نے ایسا ہی کیا اور چھری تیز کر کے بیٹے کے گلے پر پھیرنی شروع کی۔ اپنے خیال میں تو آپ نے اپنے بیٹے کو ذبح کر ہی ڈالا تھا۔ مگر خدا نے اپنی قدرت سے اسماعیل علیہ السلام کی جگہ ایک دُنبہ بھیج دیا۔ یہ دُنبہ ذبح ہو گیا۔ اور بیٹے کا بال تک بیکا نہ ہوا۔ خدائے تعالےٰ نے فرمایا۔ اے ابراہیمؑ بس کر۔ ہم تجھے آزمانا ہی چاہتے تھے۔ سو آزما لیا۔ تم میرے نہایت فرمانبردار بندے ہو۔

اسی واقعہ کی یاد تازہ کرنے کے لئے ہر سال مسلمان عید الاضحےٰ کے موقع پہ جانور قربان کرتے ہیں۔

عام لوگ اس قربانی کا مطلب بس اتنا ہی سمجھتے ہیں کہ کسی جانور کو ذبح کیا۔ اس کا گوشت کچھ خود کھایا۔ کچھ رشتہ داروں اور دوستوں میں تقسیم کر دیا۔ بس اللہ اللہ خیر سلا۔ مگر یہ مطلب نہیں ہے۔ خدا کوئی گوشت اور لہو کا محتاج تھوڑا ہی ہے۔ کہ ہم سے جانوروں کی قربانی کرواتا ہے۔ یہ قربانی اس لئے کروائی جاتی ہے کہ جب مسلمان مول خریدے ہوئے جانور ذبح کرنے لگیں تو اُنہیں وہ قربانی یاد آجائے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پیش کی تھی۔ اور دل میں یہ سوچیں کہ جانور تو جانور اگر خدا کی راہ میں ہمیں اپنی جان بھی قربان کرنی پڑے تو دریغ نہ کریں گے۔ اس واقعہ سے جانی قربانی کا سبق سکھایا گیا ہے۔

ہفت روزہ خالد [illegible] کا پتہ

۱۰۔ ٹانک شہر ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں — حاجی مہربان خان صاحب [illegible]

۱۱ [illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰
ایڈیٹر
عبدالمنان چوہان

منظور شدہ محکمہ تعلیم
۱- لاہور ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبری C/۱۶۳۲۱ - مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء
۲- پشاور ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبری C-B-T/۲۷۳۰-۲۴۸۱ - مورخہ ستمبر ۱۹۵۶ء

بدل اشتراک
سالانہ ۔۔ ۴ روپے
ششماہی ۔۔ ۲ روپے
فی پرچہ

پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر نے چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین لاہور شیرانوالہ گیٹ سے شائع ہوا۔